گلزارِ خطابت
محمّد عبید اللہ خان مصباحی
(استاذ جامعہ حنفیہ سُنّیہ مالیگاؤں)
نوری مشن، مالیگاؤں
اعلیٰ حضرت ریسرچ سینٹر مالیگاؤں
Noori Mission
MALEGAON

سلسلۂ اشاعت نمبر ۱۴۵

بفیض: تاج دار اہل سنّت حضور مفتی اعظم و جانشین مفتی اعظم حضور تاج الشریعہ علیہما الرحمۃ

زیر سرپرستی

امین ملت حضرت ڈاکٹر سید محمد امین میاں مارہروی صاحب قبلہ (خانقاہِ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ)

طلبہ کے لیے دینی، اصلاحی اور تربیتی تقاریر کا مجموعہ

گلزارِ خطابت

محمد عبید اللہ خان مصباحی

بہ تعاون: طلبۂ جامعہ حنفیہ سنیہ مالیگاؤں (۲۰۲۴ء)

حسبِ فرمائش: علامہ محمد عبد المبین نعمانی قادری [چریا کوٹ]

ناشر: **نوری مشن** مالیگاؤں

رابطہ: مدینہ کتاب گھر، مدینہ مسجد، اولڈ آگرہ روڈ، مالیگاؤں

سن اشاعت ۱۴۴۵ھ/ ۲۰۲۴ء...... ہدیہ: دُعاے خیر

فہرست

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اظہارِ خیال

اظہارِ خیال کے دو رُخ ہیں۔ تحریر و تقریر۔ کتاب دوستی، مطالعہ بینی، تحقیق و تفہیم، جستجو، تعمقِ نظر اور دقتِ علمی کے لیے اساتذہ طلبہ میں اُمنگ پیدا کرتے ہیں۔ خفتہ صلاحیتوں کو پروان چڑھاتے ہیں۔ فکر و شعور کو بیدار کرتے ہیں۔ بولنے، برتنے، کہنے کا سلیقہ و ہنر سکھاتے ہیں۔

ابتدائی سطح پر طلبہ میں پڑھنے لکھنے کی صلاحیت کے ساتھ ساتھ مافی الضمیر کی ادائیگی نیز اظہارِ خیال و خطابت کی خوبی بھی پیدا کی جائے۔ اس رخ سے بچوں کی تربیت کے پیش نظر مفتی عبیداللہ خان مصباحی (استاذ جامعہ حنفیہ سنیہ مالیگاؤں) نے بساط بھر کوشش کی ہے۔

مفتی عبیداللہ خان مصباحی؛ محنتی استاذ ہیں، عالم و مفتی ہیں اور محقق و صاحبِ بصیرت بھی۔ آپ کو حضور محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری، جانشین تاج الشریعہ علامہ محمد عسجد رضا خان قادری اور اشرف الفقہاء مفتی محمد مجیب اشرف سے خلافت و اجازت حاصل ہے۔ متعدد مقالات لکھ کر حلقۂ علم و دانش میں داد و تحسین پا چکے ہیں۔ بچوں میں تقریری صلاحیت پروان چڑھانے کی غرض سے آپ کے متعدد مجموعۂ وعظ و بیان چھپ چکے ہیں:

(۱) گلدستۂ خطابت (۲) گلشنِ خطابت (۳) مواعظِ حسنہ

پیش نظر کتاب ''گلزارِ خطابت'' اسی جہت سے چوتھا مجموعۂ وعظ و بیان ہے۔ جس میں مختصر، جامع تقریریں یک جا کی گئی ہیں۔ مفتی عبیداللہ خان مصباحی کا اسلوب سادہ، دل کش، عام فہم ہے۔ گفتگو میں سنجیدگی و متانت کا عنصر نمایاں طور پر موجود ہے۔ تاہم تحقیقی جہت سے مزید کوشش جاری رکھیں گے تو مواد کی استنادی حیثیت مستحکم ہوگی۔ ایسے وقت میں جب کہ خطبات میں بعض مقررین غیر مستند باتیں، خلافِ شرع مواد، باطل روایات دھڑلے سے کہہ جاتے ہیں؛ ضروری ہے کہ مستند مواد، مبرہن نکات اور عام فہم مضامین بیان کیے جائیں۔ ویسے بھی خطاب کا مقصد دین کی اشاعت و صالح مواد کی ترسیل ہے؛ اب اس میں تصنع، بناوٹ، اداکاری، ہنگامہ، چیخ پکار، لطیفہ گوئی، مذاق مستی کی کیا حاجت! ہمارے منبر کا ماحول ایسی ہی غیر ضروری خطابت سے آلودہ ہو چکا ہے، الا ماشاء اللہ!

مفتی عبیداللہ خان مصباحی لائق تحسین ہیں کہ طلبہ کے ذوقِ خطابت کو مہمیز دینے کے لیے اس کتاب کو مرتب فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اس کوشش کو قبول و مقبول فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

غلام مصطفیٰ رضوی، نوری مشن مالیگاؤں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قصیدۂ بردہ شریف: مقبولیت واثرات

نَحۡمَدُهٗ وَنُصَلِّيۡ وَنُسَلِّمُ عَلٰى رَسُوۡلِهِ الۡكَرِيۡمِ اَمَّا بَعۡدُ فَاَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطٰنِ الرَّجِيۡمِ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

"وَرَفَعۡنَا لَكَ ذِكۡرَكَ ○ (پ:۳۰)" صَدَقَ اللّٰهُ الۡعَلِيُّ الۡعَظِيۡمُ

محبانِ گرامی آج کی اس نورانی بزم میں میری تقریر کا عنوان ہے "قصیدۂ بردہ شریف: مقبولیت واثرات"

حصولِ برکت کے لیے ایک مرتبہ درود شریف پڑھ لیجیے۔ محترم سامعین! لغت میں بردہ دھاری دار چادر کو کہتے ہیں، چونکہ امام بوصیری نے اس قصیدہ میں مختلف مضامین بیان کیے ہیں، کہیں بادِ صبا سے مخاطبہ ہے، کہیں اظہارِ شوق ہے، کہیں غم ہجر کی داستان ہے، تو کہیں تنہائی کا شکوہ ہے، کہیں دربارِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں استغاثہ اور توسل ہے، تو کہیں سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شفاعت کی درخواست ہے تو گویا کہ یہ مختلف مضامین، عشق ومحبت کے لباس پر خطوط اور دھاریوں کی طرح ہیں، اسی بنا پر اس قصیدہ مبارکہ کا نام قصیدۂ بردہ رکھا گیا ہے۔

یا یہ کہ امام بوصیری نے خواب میں جب یہ قصیدہ بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پڑھا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بردِ یمانی یعنی یمنی چادر انھیں اوڑھادی، اس لیے اس قصیدہ کا نام قصیدۂ بردہ پڑا۔

سامعین بزم! مورخین نے اس قصیدہ کے لکھنے کی وجہ یہ بتائی ہے کہ ایک دن امام بوصیری بادشاہ کے دربار سے اپنے گھر واپس جارہے تھے کہ راستے میں اپنے دوست شیخ ابورجا رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی، جو اپنے وقت کے قطب تھے۔ انھوں نے پوچھا: "بوصیری! کیا آج رات تمہیں آقا علیہ الصلاۃ والسلام کی زیارت نصیب ہوئی؟" امام بوصیری نے فرمایا "ابھی تک میں حضور کے جمال جہاں آرا کے دیدار سے محروم ہوں" فرماتے ہیں کہ: بس اسی وقت سے میرے سینے میں عشق وعقیدت کا دریا موجیں مارنے لگا، یہاں تک کہ گھر آیا اور زیارت کی تڑپ میں سو گیا۔ کہ نصیبہ جاگ اُٹھا اور اسی رات خواب میں سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی، میں نے حضور کو صحابۂ کرام کے جھرمٹ میں اس طرح دیکھا جیسے چاند، ستاروں کے جھرمٹ میں ہوتا ہے۔ پھر میرا

دل ہمیشہ حضور کی محبت سے سرشار رہنے لگا اور میں نے کئی قصائد لکھے، جنہیں اس زمانے کے قادر الکلام شعرانے بہت پسند کیا، اسی دوران ایک روز امام بوصیری پر فالج کا حملہ ہوا، جس سے ان کے جسم کا نصف حصہ مفلوج ہو گیا، علاج میں کوئی کسر نہ رکھی۔ مگر ع

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

جب شفایابی کی کوئی اُمید باقی نہ رہی تو اچانک ایک دن دل میں خیال پیدا ہوا کہ کیوں نہ اس طبیب کی طرف رجوع کروں جو سراپا خیر و کرم ہیں۔ ہر مایوس، نا اُمید اور بے سہارا مریض کا سہارا ہیں، جو رحمۃ للعالمین ہیں، جو بیماری کے لیے مجسم شفا ہیں، شاید میری مشکل آسان ہو جائے، چنانچہ اسی حالت میں مَیں نے یہ قصیدہ مبارکہ نظم کیا، قصیدہ کی تکمیل کے بعد جب میں سو گیا تو عالم خواب میں آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ تو عالم خواب ہی میں یہ قصیدہ حضور کی بارگاہ میں پیش کیا۔ قصیدہ کے اختتام پر میں نے دیکھا کہ حضور نے اپنا دست شفا میرے جسم پر پھیرا اور اپنی چادرِ رحمت مجھے اوڑھا دی۔ بس اسی وقت میں شفایاب ہو گیا۔ جب آنکھ کھلی تو دیکھا جسم پر مرض کا نام و نشان تک موجود نہیں ہے، اور ایسا تندرست ہو گیا گویا بیماری کبھی لاحق ہی نہیں ہوئی تھی۔ اسی خوشی و مسرت کے عالم میں صبح اپنے گھر سے نکلا تو راستے میں شیخ ابورجا سے ملاقات ہوئی، فرمانے لگے: ''آپ مجھے وہ قصیدہ عنایت فرمائیں جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کیا ہے'' امام بوصیری فرماتے ہیں: ''میں نے کہا کون سا قصیدہ؟ میں نے تو کئی قصائد لکھے ہیں'' شیخ ابورجا فرماتے ہیں: ''وہ قصیدہ جو اَمِنۡ تَذَكُّرِ جِيْرَانٍ بِذِيْ سَلَمٍ سے شروع ہوتا ہے۔ میں نے حیرت سے کہا: ''یا ابا الرجاءِ مِن اَین حَفِظۡتَها؟'' ''یا ابا الرجاء آپ نے یہ قصیدہ کہاں سے یاد کیا؟ میں نے سرکار کے سوا کسی کو یہ قصیدہ نہیں سنایا ہے۔'' تو ابورجا نے فرمایا ''لقد سمعتُها البارحةَ تُنشِدُها بینَ یدیِ النبیِ صلی اللہ علیہ وسلم وَهُو يَتَمَايَلُ وَيَتَحَرَّكُ اِسۡتِحۡسَاناً تَحَرُّكَ الْاَغْصَانِ الْمُثْمِرَةِ بِهُبُوبِ نَسِيمِ الرِيَاحِ'' ''گزشتہ رات تمہیں یہ قصیدہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں پڑھتے ہوئے میں نے سنا ہے، جسے سن کر حضور خوشی میں سرشار ہو کر اس طرح جھوم رہے تھے جس طرح پھولوں سے لدی ہوئی شاخیں بادِ صبا کے جھونکوں سے جھومتی ہیں۔''

عزیزانِ ملت اسلامیہ! اس قصیدہ نے اسلامی شعر و ادب اور مدح و نعت کی دنیا میں ایک عظیم

انقلاب برپا کردیا۔ اس نے بہت سے شعرا کو نہ صرف نعت گوئی کی طرف متوجہ کیا بلکہ اُن میں رسول پاک ﷺ کی سچی محبت اور والہانہ شوق بھی پیدا کردیا۔ یہ قصیدہ مسلمانوں کے عربی داں طبقہ اور خود بلادِ عربیہ میں بے حد مقبول ہوا۔ اور آج بھی پوری دنیا میں ذکر کی مجلسوں اور میلاد کی محفلوں میں انتہائی عشق ومحبت کے ساتھ پڑھا اور سنا جاتا ہے۔ اس خداداد مقبولیت کو دیکھنے کے بعد یہ بات بلا جھجک کہی جاسکتی ہے کہ عربی نعت گو شعرا میں شاعر رسول حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے بعد جس شاعر کے کلام کو سب سے زیادہ شہرت ومقبولیت حاصل ہوئی وہ امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کا قصیدۂ بردہ ہی ہے۔

رفیقانِ بزم! عقل حیران ہے کہ آخر قصیدۂ بردہ میں لوگوں کے قلوب کو اپنی طرف کھینچنے والی ایسی کون سے روحانی کشش اور جاذبیت ہے کہ بار بار پڑھا جاتا ہے، مگر پامال ہونے کی بجائے اس کی تازگی بڑھتی ہی چلی جارہی ہے۔ اکتاہٹ کی بجائے چاشنی اور لذت میں اضافہ ہی ہورہا ہے۔ جبکہ دوسرے قصائد ایک دو بار پڑھے گئے اور کتابوں کی زینت بن کر رہ گئے۔ مگر واہ رے قصیدۂ بردہ! جو بھی پڑھتا اور سنتا ہے عشق رسول ﷺ اس کے سینے میں موجیں مارنے لگتا ہے۔ اس کی وجہ فقیر صرف یہ بیان کرتا ہے کہ اس قصیدے کو شہنشاہِ کونین ﷺ کی بارگاہ سے مقبولیت کی سند حاصل ہوچکی ہے۔ بس یہی وجہ ہے اس کی مقبولیت کی۔ مولیٰ عزوجل ہم سب کو خلوص و للّٰہیت کے ساتھ پڑھنے اور سننے کی توفیق عطا فرمائے۔

(ماخوذ از کشف بردہ، از علامہ نفیس احمد مصباحی۔ استاذ جامعہ اشرفیہ مبارکپور)

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی انقلاب آفرینی

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

"هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ" (پ:۱۰) صَدَقَ اللّٰهُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ

محبانِ گرامی! آج کی اس نورانی بزم میں میری تقریر کا عنوان ہے ''رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی انقلاب آفرینی''

حصولِ برکت کے لیے ایک مرتبہ درود شریف پڑھ لیجیے۔ عزیزانِ ملّت! تاریکی کو دور کرنے کے لیے پہلے چراغ آیا، پھر موم بتیاں ایجاد ہوئیں، پھر پٹرومیکس اور گیس سے روشنی حاصل کی گئی اور آخر میں بجلی نے آکر اپنی روشنی کا ایسا سکہ جمایا کہ کسی کی روشنی اس کے سامنے نہ ٹھہر سکی۔ مگر پھر بھی رات کی تاریکیاں باقی رہیں۔ یونہی ستارے چمکتے ہیں، ہلال پہلی رات کو نمودار ہو کر بتدریج ترقی کرتے ہوئے چودھویں کی شب میں بدرِ کامل بن کر تمام عالم کو روشن کر دیتا ہے۔ مگر دنیا کہتی ہے ابھی بھی رات باقی ہے۔ ان میں سے کسی نے بھی رات کی تاریکیوں کو ختم کر دینے والا انقلاب پیدا نہیں کیا۔ لیکن سورج کے نکلتے ہی دنیا بول اٹھی 'انقلاب ہو گیا، دن نکل آیا' دوستو! یہ تو مادّی دنیا کا انقلاب ہے، لیکن آؤ دیکھو! روحانیت میں بھی یہی قانونِ قدرت کارفرما ہے۔ انسانوں کی رہنمائی کے لیے حضرت آدم کا چراغ جگمگایا، حضرت نوح کی شمع بھی روشن ہوئی، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ علیہم الصلاۃ والسلام کی قندیلیں بھی چمکیں۔ مگر اہل عرب پر ایک ایسا بھی زمانہ گزرا جو مکمل تیرہ و تاریک تھا۔ جس میں انسانیت بلبلا رہی تھی۔ ادنیٰ سی بات پر جنگ کی آگ بھڑک اُٹھتی اور برسوں جاری رہتی۔ ایک کے بدلے ہزاروں لاشیں گرائی جاتیں، قبیلوں کے لیے کوئی قانون نہ تھا، اُمّت کے لیے کوئی دستور نہ تھا، عقیدے کے لیے کوئی شریعت نہ تھی، لوگوں نے ہزاروں معبودانِ باطلہ وضع کر لیے تھے، بڑا چھوٹے پر ظلم کرتا، قوی ضعیف پر اچانک حملہ بول دیتا، اولاد باپ کے گلے میں پھندہ ڈال کر فروخت کر آتی، ماں راستے کے کنارے

بیٹھی خیرات کے ٹکڑے مانگ رہی ہوتی، درندوں نے اپنی ہی بچیوں کو ماؤں کی گود سے چھین کر زمین کی گہرائی میں زندہ دفن کردینا ناموری کا کام سمجھ لیا تھا۔ ماؤں کے کلیجے چھلنی تھے، اندھیرا بڑھتا ہی جارہا تھا، حیا کی چادر کب کی جلادی گئی تھی، غرض یہ کہ چہار جانب ظلم وستم کا دوردورہ تھا۔

مگر مسلمانو! سنو! یہ نظام قدرت ہے کہ اندھیروں کے بعد اُجالا آتا ہی ہے، ظلم کے بادل چھٹتے ہی ہیں، اوراُجالوں کی کرنیں نمودار ہوجاتی ہیں، دنیا انقلاب کے لیے ترس رہی تھی کہ رب کی رحمت جوش میں آگئی اور ایک ایسی صبح نمودار ہوئی؛ جس نے انسانیت کی کایا پلٹ دی، سارے دُکھیاروں کا نصیبہ جاگ اُٹھا، یعنی سیّدہ آمنہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کے آنگن میں وہ سورج نمودار ہوا جس نے زمانے کو پُرنور کردیا، جس کی روشنی سے بزمِ ہستی نکھر گئی، اب پتھر دل موم ہونے لگے، توحید کے نغمے گونجنے لگے، میلے دل مثل آئینہ ہوگئے، رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کیا تشریف لائے، انقلاب آگیا، والی دوجہاں تشریف لائے توکفروشرک کے اندھیروں میں اسلام کا چراغ جل اٹھا، الحادو باطل کی ظلمتوں میں حق وہدایت کی شمع روشن ہوئی، ضلالت وگمرہی کی تاریکیوں میں رُشدو ہدایت کی قندیلیں چمک اُٹھیں، فسق وفجور کی سیاہیوں میں نیکی وشرافت کا نور پھیل گیا، وحشت وظلم کی کالی رات میں انسانیت کی صبح بیدار ہوئی اور ساری کائنات پر چھائی ہوئی کفروباطل کی شب تاریک میں حق وایمان کا اُجالا پھیل گیا۔

اور سچ پوچھو تو یہ سب کچھ ہونا ہی چاہیے تھا، کیونکہ سرکار ابد قرار، آمنہ کے لعل، جَآءَكُمُ الْحَقُّ بن کر تشریف لائے تو باطل کو جانا ہی تھا، اور جب سِرَاجًا مُّنِيْرًا ہوکر تشریف لائے تو ظلمت کو مٹنا ہی تھا اور جب مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ کا تاج پہن کر جلوہ گر ہوئے تو دنیا سے ہر قسم کا اندھیرا دور ہونا ہی تھا ؎

جہاں تاریک تھا، ظلمت کدہ تھا سخت کالا تھا
کوئی پردے سے کیا نکلا کہ گھر گھر میں اُجالا تھا

صحابۂ کرام فرماتے ہیں، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم آپ کی تشریف آوری سے پہلے ہم عرب کے وحشی ماحول میں زندگی گزارتے تھے، تہذیب وتمدن سے دور ہمارے ڈیرے تھے، اندھیروں میں ہمارے بسیرے تھے، ہمیں کوئی جانتا نہ تھا، ہمیں کوئی پہچانتا نہ تھا، لیکن آپ کی آمد کی وجہ سے اب ہمیں وہ عزّت ملی ہے کہ آج بلال اگر زمین پر چل رہے ہوتے ہیں تو ان کے قدموں کی آہٹ جنّت میں سنائی دیتی ہے۔ اب ہمیں ہدایت کا روشن منارہ کہا جاتا ہے، صراط مستقیم کا تعارف

ہمارے ناموں سے ہوتا ہے۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اب ہم فرش زمین پر ہوتے ہیں لیکن آپ کی وجہ سے ہمارے چرچے عرش بریں پر ہورہے ہوتے ہیں، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ؂

جب تک بکے نہ تھے تو کوئی پوچھتا نہ تھا   تم نے خرید کر ہمیں انمول کردیا

جس ماں کو دنیا نفرت سے دیکھتی تھی، اس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ’’ماں کے قدموں تلے جنت ہے،‘‘ جس باپ کو اولاد منڈیوں میں بیچ آتی تھی اس کے تعلق سے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ’’باپ جنت کے دروازوں میں بیچ کا دروازہ ہے۔‘‘ جن بچیوں کو لوگ زندہ درگور کردیا کرتے تھے ان کے بارے میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: ’’بیٹیاں رحمت اور برکت ہیں۔‘‘ غرض یہ کہ کائنات کے ذرّے ذرے کو بارگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اعزاز بخشا گیا اور حقوق عطا کیے گئے۔ یہاں تک کہ سارا عالم مسرت وشادمانی سے جھومتا ہوا یہ کہہ اُٹھا ؂

جہاں تاریک تھا، ظلمت کدہ تھا سخت کالا تھا
کوئی پردے سے کیا نکلا کہ گھر گھر میں اجالا تھا

☆☆☆

آپ کی خاطر بنائے دو جہاں

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ و نسلم عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَدْ جَآءَ كُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ ط (پ:٦) صَدَقَ اللّٰهُ الْعَلِیُّ الْعَظِيْمُ

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو   جان ہیں وہ جہان کی، جان ہے تو جہان ہے

حصولِ برکت کے لیے ایک مرتبہ درود شریف پڑھ لیجیے۔

رفیقانِ ملت! آج کی اس بزم محبت میں میری تقریر کا عنوان ہے ''آپ کی خاطر بنائے دو جہاں'' رفیقانِ گرامی! یہ بات ایک امر حقیقت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باعثِ تخلیقِ کائنات اور جانِ کائنات ہیں، اگر آپ نہ ہوتے تو نہ عرش وفرش ہوتے، نہ شجر وحجر ہوتے، نہ برگ وثمر ہوتے، نہ زمین وآسمان، نہ جنت، نہ دوزخ، نہ چاند، نہ سورج، نہ ستارے، نہ سیارے؛ غرض کہ کائنات کی کوئی بھی شے موجود نہ ہوتی۔ ہر شے آپ کے صدقے میں اور آپ ہی کے سبب پیدا کی گئی ہے۔

یہ بات کئی احادیث مبارکہ سے ثابت ہے۔ چنانچہ امام حاکم نے مستدرک میں بیان کیا ہے کہ: حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں (حضرات اختصار کے پیش نظر اصل عبارت کے بجائے ترجمہ ومفہوم پر اکتفا کرتا ہوں) بہر حال صحابی رسول فرماتے ہیں کہ: اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر خود بھی ایمان لاؤ اور اپنی اُمّت کو بھی حکم دو کہ جو اُن کا زمانہ پائے وہ اُن پر ایمان لائے، پس اگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیدا نہ فرماتا تو آدم علیہ السلام کو پیدا نہ فرماتا، اور اگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیدا نہ فرماتا تو نہ جنت کو پیدا فرماتا نہ دوزخ کو، اور تحقیق کہ میں نے پانی پر عرش کو پیدا کیا تو وہ کانپنے لگا تو میں نے اس پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا تو وہ ساکن ہو گیا۔ اس حدیث پاک کی سند صحیح ہے، اگرچہ صحیحین میں امام بخاری اور امام مسلم نے اس کا تذکرہ نہیں کیا۔ لیکن امام حاکم نے اس کو سنداً صحیح کہا ہے، اور جب کوئی محدث کسی سند کو صحیح کہہ دے تو یہ اس بات کی علامت ہوتی ہے کہ اس سند کے راوی ثقہ ہیں۔

عزیزانِ محترم! اس طویل حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ ہوتے تو حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق نہ ہوتی، جب کہ حضرت آدم علیہ السلام ابو البشر ہیں کہ نسلِ انسانی

آپ ہی سے چلی ہے۔اور جب آپ ہی حضور کے سبب پیدا ہوئے تو بلاشبہہ پوری دنیا حضور ہی کی وجہ سے بنائی گئی تو گویا کہ تمام اشیا کے وجود کا سبب اور اس کی علّت حضور ہی ٹھہرے۔

اور یہ بھی ملاحظہ کرتے چلیں کہ علامہ سیف الدین ابو جعفر ابن عمر الحمیری الحنفی نے "الدر التنظیم فی مولد النبی الکریم" میں لکھا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو انھیں الہام کیا کہ وہ سوال کریں، کہ اے مولیٰ! تو نے میری کنیت ابومحمد کیوں رکھی؟ اللہ پاک نے فرمایا: "اے آدم اپنا سر اُٹھا، پس انھوں نے سر اُٹھایا تو حضور کا نور عرش کے پردوں میں دیکھا، عرض کی "یا اللہ، یہ کس کا نور ہے؟" فرمایا: تیری ذریت میں سے ایک نبی ہے اس کا نام آسمان پر احمد ہے اور زمین پر محمد ہے، اگر وہ نہ ہوتا تو میں تجھے پیدا نہ کرتا اور نہ ہی آسمان وزمین کو پیدا کرتا۔اس سے بھی یہ معلوم ہوا کہ ہمارے نبی ہر شے کے وجود کی علّت ہیں۔مسلمانو! اس عنوان کی اکثر حدیثیں اعلیٰ حضرت نے اپنے رسالہ مبارکہ "تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین" میں جمع فرمادیا ہے۔جس میں یہ بات ثابت کی گئی ہے کہ ہر دور کے ائمہ دین وعلمائے شرع متین، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سببِ تخلیق آدم اور سببِ تخلیق عالم لکھتے اور کہتے چلے آئے۔

لہٰذا آج کے زمانے میں کچھ لوگوں کا یہ کہنا کہ: "اللہ پاک نے ساری دنیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے بنائی ہے، یہ تو اس آیت مبارکہ کے خلاف ہے جس میں اللہ پاک نے فرمایا وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ کہ میں نے جن اور آدمی اسی لیے بنائے کہ میری عبادت کریں۔ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ دنیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے نہیں بلکہ اللہ تبارک تعالیٰ کی عبادت کے لیے بنی ہے۔میں جواباً کہتا ہوں کہ ان کا یہ استدلال بالکل غلط ہے کیونکہ ۲۷ رویں پارے کی یہ آیت مبارکہ زندگی کے مقصد کے متعلق ہے کہ "جنات اور انسان کو پیدا کرنے کا مقصد اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا ہے" جب کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پاک، سببِ کائنات ہے۔اور سبب اور مقصد دونوں کا متحد ہونا ضروری نہیں ہوتا۔لہٰذا دونوں باتیں اپنی اپنی جگہ درست ہیں کہ جن وانس کو پیدا کرنے کا مقصد اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا ہے اور آقا علیہ الصلاۃ والسلام سبب کائنات ہیں اور آپ ہی کے لیے دنیا بنائی گئی ہے؛ جس پر کثیر احادیث مبارکہ گواہ ہیں۔تو جو لوگ ان دو باتوں میں تضاد سمجھ رہے ہیں یہ ان لوگوں کے سمجھ کی کمی اور جہالت ہے، لہٰذا حق یہ ہے کہ آپ ہی کی خاطر اللہ پاک نے دونوں جہان کی تخلیق فرمائی ہے۔ وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

☆☆☆

نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ وَ نُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ کٓھٰیٰعٓصٓ، وقال اللہ تعالیٰ ایضاً ۔ قَدْ جَآءَ کُمْ مِنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّ کِتٰبٌ مُّبِیْنٌ ط (پ:۵) صَدَقَ اللّٰہُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ

حصولِ برکت کے لیے ایک مرتبہ درود شریف پڑھ لیجیے۔

ک گیسو، ہ دہن، ی ابرو، آنکھیں ع ص　　　کٓھٰیٰعٓصٓ ان کا ہے چہرہ نور کا

رفیقانِ بزم! میری تقریر کا عنوان ہے ''نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' قرآن کریم کی سورۂ مریم کی پہلی آیت مبارکہ حروف مقطعات کی تلاوت کرنے کا شرف حاصل کیا ہے، کٓھٰیٰعٓصٓ دیکھیے! قرآن مجید میں دو قسم کے حروف ہیں، ایک وہ ہیں جو ملا ملا کر پڑھے جاتے ہیں، جیسے: الحمدللہ رب العالمین، اور دوسرے وہ ہیں جو جدا جدا کر کے پڑھے جاتے ہیں، جیسے: الٓمٓ، یہاں جوڑ نہیں کیا گیا، بلکہ قطع قطع کر کے پڑھا گیا۔

حروف مقطعات کے حوالے سے اسلامی عقیدہ یہ ہے کہ اس کا حقیقی معنیٰ اللہ تعالیٰ جانتا ہے، یا اس کے بتلائے سے مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جانتے ہیں۔ علمائے اُصول تفسیر میں امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ جس کا تعلق حضور کے سینۂ الم نشرح سے جڑ جائے، جسے سینۂ الم نشرح سے فیض مل جائے اسے بھی حضور ان حروف کے معانی عطا فرما دیتے ہیں۔ امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے کٓھٰیٰعٓصٓ کے معانی بیان کیے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ ک سے مراد ہے 'کن' ہ، حرف تنبیہ ہے، ی حرف ندا ہے، ع سے مراد ہے عبداللہ، اور ص سے مراد ہے صورۃً، عزیزانِ ملّت! غور کیجیے، ان پانچ حرفوں سے پانچ لفظ بنے اور پانچ لفظوں سے ایک جملہ بنا، وہ جملہ کیا ہے، تو سنیے! اللہ تعالیٰ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نورانی وجود بنا رہا تھا تو فرما رہا تھا کٓھٰیٰعٓصٓ، یعنی ''کُنْ ھَا یَا عَبْدُاللّٰہِ صُوْرَۃً یُّتَجَمَّلُ بِجَمَالِ اللّٰہِ'' ''اے پیارے مصطفیٰ! ایسی صورت بن جاؤ کہ لوگ دیکھتے تجھے جائیں اور

مانتے مجھے جائیں، محبوب ایسی صورت ہو جاؤ کہ چہرہ تمہارا ہو اور نشان ہمارا، صورت تیری ہو اور دلیل میری ہو'' اور اعلیٰ حضرت نے بھی کٓھٰیٰعٓصٓ کا یہی معنی بیان کیا ہے۔ فرماتے ہیں ۔

کٓ گیسو، ہٰ دہن، یٰ ابرو، آنکھیں عٓ صٓ　　　کٓھٰیٰعٓصٓ ان کا ہے چہرہ نور کا

عزیزانِ ملّتِ اسلامیہ! اللہ تعالیٰ نے نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقت نور بنایا اور لباس بشریت میں اس دنیا میں مبعوث فرمایا۔ لیکن کچھ لوگ حضور کو اپنی طرح بشر کہتے ہیں، تو آیئے سب سے پہلے قرآن مقدس سے جاننے کی کوشش کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقت کیا ہے؟ تو چھٹے پارے میں رب نے ارشاد فرمایا: ''قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ'' اللہ کی جانب سے ایک نور آیا، علما فرماتے ہیں یہاں نور سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ تو قرآن مقدس سے ثابت ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نور ہیں۔ اب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور ہونے پر حدیث مبارکہ بھی سن لیجیے: بخاری اور مسلم شریف کے اندر ہے جسے اعلیٰ حضرت نے اپنی کتاب ''نَفْيُ الفَيْءِ عَمَّنْ اِسْتَنَارَ بِنُوْرِهٖ كُلُّ شَئٍ'' کے اندر نقل فرمایا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ رب کی بارگاہ میں ایک دعا فرمائی کہ ''اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ فِيْ قَلْبِيْ نُوراً، وَفِيْ بَصَرِيْ نُوراً، وفي سَمْعِيْ نوراً، وفي عَصَبِيْ نوراً، وفي لَحْمِيْ نوراً، وفي دَمِيْ نُوراً، وفي شَعْرِيْ نُوراً، وفي بَشَرِيْ نُوراً، وعن يَمِيْنِيْ نُوراً، وعن شِمَالِيْ نُوراً، وأَمَامِيْ نُوراً، وخَلْفِيْ نُوراً، وفَوْقِيْ نُوراً، وتَحْتِيْ نُوراً، واجْعَلْنِيْ نُوراً

اے مولیٰ! میرے دل، میری آنکھ، میرے کان، میرے گوشت و پوست، میرے خون، میرے دائیں بائیں، آگے پیچھے، اُوپر نیچے، غرض یہ کہ ہر ہر عضو میں نور اور خود مجھے نور کر دے۔''

عزیزانِ ملت اسلامیہ! اب مجھے یہ بتائیں کہ حضور کی یہ دعا قبول ہوئی یا نہیں؟ بلا شبہہ قبول ہوئی۔ اور حضور ہی کی دعا تو قبول ہوتی ہے۔ اس قبولیت پر دلیل یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب یہ دعا فرمائی اور شمع رسالت کے پروانوں نے جب یہ دعا سنی تو اس دن سے آپ کو ضیاے تابندہ، مہر درخشندہ اور نورِ الٰہی کہنا شروع کر دیا۔ اعلیٰ حضرت نے یہ بھی نقل فرمایا ہے کہ حدیث ابن عباس میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور چراغ و خورشید پر غالب آ جاتا، فرماتے ہیں کہ: خدا جانے کہ غالب آنے سے کیا مراد ہے۔ آیا یہ مراد ہے کہ چراغ و خورشید کی روشنی حضور کے سامنے پھیکی پڑ جاتی تھی، جیسے

چراغ کی روشنی مہتاب کے سامنے پھیکی پڑ جاتی ہے یا یہ مراد ہے کہ چراغ وخورشید کی روشنی یکسر ناپید اور کالعدم ہوجاتی تھی۔ جیسے ستاروں کی روشنی آفتاب کے سامنے ناپید ہوجاتی ہے۔ تو سامعین آپ نے دیکھ لیا کہ حضور نے خود اپنا نور ہونا ظاہر فرمایا۔

اب چلیے دیکھتے ہیں کہ صحابۂ کرام؛ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیا کہتے تھے، تو سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کَاَنَّ الشَّمْسَ تَجْرِیْ فِیْ وَجْهِهٖ گویا آفتاب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرے میں رواں تھا۔ اور فرماتے ہیں ''واذا ضَحِكَ يَتَلألو فی الجُدُرِ'' یعنی حضور جب مسکراتے تھے دیواریں روشن ہوجاتی تھی۔ (بحوالہ: ''نَفْيُ الفَئِيِ عَمَّنْ اِسْتِنَارَ بِنُوْرِهٖ كلُ شئی)

اور آگے بڑھ کر دیکھیے! حضرت شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مدارج النبوۃ صفحہ ۱۲۹؍ پر فرماتے ہیں کہ: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سر مبارک سے لے کر قدم مبارک تک نور ہی نور تھے، آپ کے جمال وکمال کو دیکھنے سے آنکھیں چوندھیا جاتی تھیں۔ اگر آپ لباسِ بشری میں نہ ہوتے تو کسی کا آپ کی طرف نظر بھر دیکھنا اور آپ کے حسن کا ادراک کرنا ممکن ہی نہ ہوتا۔ یوں ہی علامہ یوسف نبھانی رحمۃ اللہ علیہ ''انوار محمدیہ'' میں لکھتے ''لَمْ يَظْهَرْ لَنَا تَمَامُ حُسْنِهٖ لِاَنَّهٗ لَوْ ظَهَرَ لَنَا تَمَامُ حُسْنِهٖ لَمَا اَطَاقَتْ اَعْيُنُنَا رُؤْيَةً'' یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تمام نورانی حسن مبارک ہمارے سامنے ظاہر ہی نہیں ہوا۔ اگر تمام حسن ظاہر ہوجاتا تو ہماری آنکھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھنے کی تاب نہ لا پاتیں۔ تو سامعین! آپ نے دیکھ لیا کہ اللہ نے بھی حضور کو نور کہا، رسول پاک نے بھی اپنا نور ہونا ظاہر فرمایا، صحابۂ کرام بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نور ہی کہا کرتے تھے۔ تابعین، تبع تابعین، اولیاے کرام، بزرگانِ دین، غرض یہ کہ تمام مسلمانوں کا یہی عقیدہ ہے کہ حضور کی حقیقت نور ہے مگر لباس بشریت میں تشریف لائے، اب اُس کی عقل پر ماتم ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی طرح بشر کہتا ہے۔ وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُه

علم غیب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ وَ نُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ ”عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْھِرُ عَلٰی غَیْبِہٖٓ اَحَدًا ○ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ ط“ (سورہ الجن، آیت ۲۶، ۲۷) صَدَقَ اللّٰہُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ

حصولِ برکت کے لیے ایک مرتبہ درود شریف پڑھ لیجیے۔

رفیقانِ بزم! میری تقریر کا عنوان ہے ”علم غیب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم“ دیکھیے! امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ نے غیب کی تعریف یوں بیان فرمائی ہے: ”اِنَّ الْغَیْبَ ھُوَ الَّذِیْ یَکُوْنُ غَائِبًا عَنِ الْحَاسَّۃِ“ یعنی غیب وہ ہے جو حواس خمسہ سے باہر ہو۔ (تفسیر کبیر، جلد اول، صفحہ ۱۶۹) قرآن کریم میں ”عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْھِرُ عَلٰی غَیْبِہٖٓ اَحَدًا ○ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ ط“ (سورہ جن، آیت: ۲۷) ”غیب کا جاننے والا اپنے غیب پر کسی کو اطلاع نہیں دیتا، سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔“ (کنز الایمان) اس آیت کے تحت صاحبِ تفسیر روح البیان لکھتے ہیں کہ: ”ابن شیخ نے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ اپنے غیبِ خاص پر رسولِ مرتضیٰ کے سوا کسی کو مطلع نہیں فرماتا، اور جو غیب اس کے ساتھ مختص نہیں ہے اس پر غیر رسول کو بھی مطلع فرماتا ہے، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غیب پر بخیل نہیں ہیں۔“

حضرت امام غزالی سے منقول ہے کہ: ”نبی میں چوتھی صفت یہ ہوتی ہے کہ اس کی ذات میں ایک ایسا نور ہوتا ہے جس کی وجہ سے آئندہ صادر ہونے والے امورِ غیبیہ کا ادراک کر لیتا ہے۔

عزیزانِ ملّت اسلامیہ! حضور کے لیے بعض علم غیب کو ماننا ضروریاتِ دین سے ہے، جس کا انکار کفر ہوگا۔ حضور کا علم غیب، قرآن مقدس کی متعدد آیات سے ثابت ہے، یوں ہی لاتعداد احادیث مبارکہ سے بھی ثابت ہے۔ اس عنوان پر اعلیٰ حضرت نے ”خالص الاعتقاد“ نامی ایک مبسوط رسالہ تحریر فرمایا ہے، جس میں آپ نے ۱۲۰/ آیاتِ مبارکہ، ڈھیر ساری احادیث مبارکہ اور اقوالِ صحابہ وتابعین سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب کو ثابت کیا ہے۔ منکرین علم غیب آج تک اس کا جواب نہ دے سکے۔ خلاصۂ کلام یہ کہ حضور کو اس قدر کثیر علم دیا گیا کہ آپ کے علم کی وسعت کا اندازہ کوئی کر ہی نہیں سکتا۔ آپ کی نگاہِ نبوت میں کائنات کی تمام چیزیں ظاہر و باہر تھیں۔ قیامت کب آئے گی؟ بارش کب اور کہاں برسے گی؟ ماں کے پیٹ میں کیا ہے؟ کل کیا ہوگا؟ فلاں کہاں مرے گا؟ غرض یہ کہ اُمّت محمدیہ کے کسی بھی فرد کا حال سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مخفی نہیں ہے۔

آیئے! احادیث مبارکہ سے چند نمونے آپ کے سامنے پیش کروں۔ بخاری شریف میں کتاب بدء الخلق کے تحت ہے ''عَنْ عُمَرَ قَامَ فِینَا رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ مَقَامًا فَاَخْبَرَنَا عَنْ بَدْءِ الْخَلْقِ حَتّٰی دَخَلَ اَھْلُ الْجَنَّۃِ مَنَازِلَھُمْ وَاَھْلُ النَّارِ مَنَازِلَھُمْ حَفِظَ ذٰلِکَ مَنْ حَفِظَہٗ وَنَسِیَہٗ مَنْ نَسِیَہٗ'' فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ''ایک مرتبہ رسول اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے درمیان کھڑے ہوئے پس ہم کو ابتداء پیدائش کی خبر دے دی، یہاں تک کہ جنتی لوگ اپنی منزلوں میں پہنچ گئے اور جہنمی اپنی منزلوں میں، جس نے یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جو بھول گیا وہ بھول گیا۔''

ایک اور حدیث پاک میں ہے: ''حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: اِنَّ اللّٰہَ ذَوٰی لِیَ الْاَرْضَ، فَرءیتُ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَھَا اللہ نے میرے لیے زمین سمیٹ دی، تو میں نے مشرق سے مغرب تک زمین کا تمام حصہ دیکھ لیا۔'' ان دونوں احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخلوق کی پیدائش سے لے کر جنتیوں کے جنت میں اور دوزخیوں کے دوزخ میں داخل ہونے تک کے سارے حالات کا علم ہے۔ یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ مشرق سے مغرب تک، شمال سے جنوب تک، زمین کا ہر حصہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہوں کے سامنے ہے۔

شش جہت، سمتِ مقابل شب و روز ایک ہی حال
دھوم والنجم میں ہے آپ کی بینائی کی

عزیزانِ ملّت اسلامیہ! بخاری شریف کی ایک اور حدیث پاک ہے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: مَرَّ النَّبِیُّ ﷺ بِقَبْرَیْنِ یُعَذَّبَانِ فَقَالَ اِنَّھُمَا لَیُعَذَّبَانِ وَمَا یُعَذَّبَانِ مِنْ کَبِیْرٍ ثُمَّ قَالَ بَلٰی اَمَّا اَحَدُھُمَا فَکَانَ یَسْعیٰ بِالنَّمِیْمَۃِ وَاَمَّا اَحَدُھُمَا فَکَانَ لَایَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِہٖ قَالَ ثُمَّ اَخَذَ عُوْداً رَطْبَۃً فَکَسَّرَہٗ بِاِثْنَتَیْنِ ثُمَّ غَرَزَ کُلَّ وَاحِدٍ مِّنْھُمَا عَلٰی قَبْرٍ ثُمَّ قَالَ لَعَلَّہٗ اَنْ یُّخَفَّفَ عَنْھُمَا مَالَمْ یَیْبَسَا۔ ''حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو قبروں پر گزرے جن میں عذاب ہو رہا تھا تو فرمایا کہ: ان دونوں شخصوں کو عذاب دیا جا رہا ہے اور کسی دشوار بات میں عذاب نہیں ہو رہا ہے۔ ان میں ایک تو پیشاب سے نہ بچتا تھا اور دوسرا چغلی کیا کرتا تھا، پھر ایک تر شاخ لے کر اس کو آدھا آدھا چیرا۔ پھر ہر قبر میں ایک ایک گاڑ دیا۔ اور فرمایا کہ جب تک یہ ٹکڑے خشک نہ ہوں گے ان دونوں شخصوں پر عذاب میں کمی کی جائے گی۔''

سامعین کرام! تو آپ نے قرآن وحدیث کی زبان سے سن لیا کہ اللہ کی عطا سے حضور علم غیب رکھتے ہیں۔ یہی اسلامی عقیدہ ہے لہٰذا بد مذہبوں کے بہکاوے میں نہ آویں بلکہ اپنے رسول سے محبت وعقیدت قائم رکھیں۔ وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

☆☆☆

ضروریاتِ دین اور اُن کے احکام

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ وَ نُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ ط (سورۃ: نسا، آیت:۱۳۶) صَدَقَ اللّٰہُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ

حصولِ برکت کے لیے ایک مرتبہ درود شریف پڑھ لیجیے۔

رفیقانِ بزم! میری تقریر کا عنوان ہے ''ضروریاتِ دین اور اُن کے احکام'' ضروریات دین ان چیزوں کو کہتے ہیں، جن کے ماننے سے کوئی شخص مسلمان ہوتا ہے، اور جن میں سے کسی ایک کے انکار سے اسلام سے خارج ہوجاتا ہے۔ جب تک تمام ضروریاتِ دین کو نہ مانے وہ اسلام کے دائرے میں داخل نہیں ہوگا۔ اگر ضروریاتِ دین کا علم تفصیلی ہے تو تفصیلی طور پر ماننا ضروری ہوگا۔ اور اگر تفصیلی علم نہیں ہے تو اجمالی طور پر ماننا کافی ہوگا۔

سامعین بزم! تمام ضروریاتِ دین کے ماننے کے باوجود اگر کسی نے صرف ایک ضرورتِ دینی کا انکار کردیا تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہوجائے گا۔ اس لیے کہ شے کا وجود من حیث الماہیت، تمام اجزا کے مجموعے سے ہوتا ہے۔ اور تمام اجزا کے موجود ہونے کے باوجود صرف ایک جز کا انکار کردینے سے شے کی ماہیت کا تحقق نہیں ہوتا۔ جیسے: فنِ منطق میں انسان نام ہے حیوانِ ناطق کا، جوہر، جسم مطلق، جسم نامی، حساس اور متحرک بالارادہ سب اس کی ماہیت کا جز ہیں، ان سب کے مجموعے کو انسان کہا جاتا ہے۔ اب اگر ان میں سے کسی ایک کا بھی انکار کردیا جائے تو وہ انسان کو ماننا نہیں ہوا۔ بلکہ انسان کا انکار کردینا ہوا۔ ایسے ہی سارے ضروریاتِ دین کو ماننا ضروری ہے، ان میں سے کسی ایک کا انکار، پورے دین کا انکار ہے۔

عزیزانِ گرامی! ضروریاتِ دین کیا ہیں، انھیں ذرا ملاحظہ فرمائیں، تو سنیے، ضروریاتِ دین، دین کے اُن بنیادی اعتقادات کو کہتے ہیں جن کا ثبوت، قطعی اور بدیہی طور پر ہوتا ہے، دین کی وہ باتیں جن کا علم قطعی اور بدیہی طور پر ہوں، وہ ضروریاتِ دین میں داخل ہیں۔ ان پر یقین کرنا اور

ماننا ایمان کی سلامتی کے لیے ازحد ضروری ہے۔اب ذرا یقین قطعی کے معانی ملاحظہ فرمائیں،تواس کے تین معانی آتے ہیں۔ ایک ہے یقینِ قطعی بالقرائن، دوسرا ہے یقینِ قطعی بالمعنی الاخص، اور تیسرا ہے یقینِ قطعی بالمعنی العام۔

قطعی بالقرائن کا مطلب یہ ہوتا ہے فی نفسہ بات یقین کی نہیں ہے،خبرواحد سے ثابت ہورہی ہے،مگرقرائن لفظیہ یا عقلیہ ایسے ہیں کہ ان کی بنیاد پراس کے پڑھنے والے کو یا سننے والے کو یقین قطعی حاصل ہوجاتا ہے کہ واقعی ایسا ہی ہے۔

اور یقین قطعی بالمعنی الاخص کا مطلب یہ ہے کہ بات ایسی ہے کہ اہلِ علم کو تو سن کر یقین ہوجائے گا۔مگر عام لوگوں کو یقین نہیں ہو پائے گا۔

اور یقین قطعی بالمعنی العام سے مراد یہ ہے کہ یہ ایک ایسی بدیہی چیز ہے کہ جس کا یقین عام لوگوں کو ہوجاتا ہے،مثلاً سورج ڈوبنے جارہا ہو، آپ چار یا پانچ بجے کسی سے بھی پوچھیے کہ پچھّم کدھر ہے؟ تو بچہ بھی سورج دیکھ کر کہہ دے گا کہ پچھّم اِدھر ہے۔ہندو بھی کہہ دے گا پچھّم اِدھر ہے، عیسائی اور مجوسی بھی کہہ دے گا کہ پچھّم اِدھر ہے۔یعنی عام لوگ آسانی سے اس کا یقین کرلیتے ہیں اسی کو یقین بالمعنی العام کہتے ہیں۔ضروریاتِ دین اسی قبیل سے ہیں۔

عزیزانِ ملت اسلامیہ! جس دینی مسئلے کا یقین بالمعنی العام ہوجائے تو وہ ضروریاتِ دین سے ہوجاتا ہے۔اس کی ایک نظیر ملاحظہ فرمائیں: مثال کے طور پر کسی بھی مسلمان سے پوچھیے، چاہے وہ سال بھر میں ایک وقت کی بھی نماز نہ پڑھتا ہو کہ اسلام میں نماز کی کیا حقیقت ہے؟ تو وہ بلا تامل بول دے گا کہ نماز فرض ہے۔اسی طرح وضو کی حقیقت کے بارے میں پوچھا جائے تو ہر جانکار اور انجان، دیہاتی ہو کہ شہری بتا دے گا کہ وضو نماز کے لیے فرض ہے۔جو چار اعضا کے دھونے اور مسح کرنے پر موقوف ہے۔لہٰذا نماز کے لیے وضو کی فرضیت اور اس میں چار اعضا کی تفصیل یہ ضروریاتِ دین میں سے ہے۔لیکن ہاتھ کہاں سے کہاں تک دھونا ہے؟ چہرے کی حد کہاں سے کہاں تک ہے؟ مسح کرنا ہے تو پورے سر کا یا آدھے سر کا؟ یا چوتھائی کا یا ایک بال کا؟ پاؤں دھونا ہے یا مسح کرنا ہے؟ یہ چونکہ یقین بالمعنی العام نہیں ہے، اس لیے اس کا شمار ضروریاتِ دین میں نہیں ہے۔لہٰذا اگر کوئی شخص ان تفصیلات میں سے کسی ایک کا انکار کرتا ہے تو

اسے ضروریاتِ دین کا منکر نہیں کہا جائے گا۔لیکن اگر کوئی شخص مطلقاً وضو کی فرضیت کا انکار کردے یا چار اعضا میں سے تین ہی اعضا بتائے یا دو ہی بتائے اور دو کا انکار کردے یا ایک کا انکار کردے تو دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا۔

رفیقانِ بزم یہ بھی یاد رکھیں کہ ضروریاتِ دین کا انکار اور ہے اور اس کا علم نہ ہونا اور ہے۔ مثال کے طور پر کوئی بچہ جنگل میں پیدا ہوا ہو اور وہیں پرورش بھی پائی ہو اور شہر میں کبھی نہ آیا ہو۔کبھی کسی ادارے میں نہ گیا ہو۔کسی عالم کی صحبت بھی نہ پائی ہو۔جس کی وجہ سے اسے ضروریاتِ دین کی تفصیلات کا علم نہ ہو سکا تو یہ علم کا نہ ہونا، انکار نہیں ہے۔ایک نظیر سے بات اظہر من الشّمس ہو گی کہ تمام مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ہمارے نبی، آخری نبی ہیں۔ یہ ضروریاتِ دین میں سے ہے۔اب جو شخص جنگل میں یا پہاڑ میں پیدا ہوا۔اس نے کبھی کسی عالم کی صحبت نہ پائی، اسے یہ معلوم ہی نہیں ہے کہ ہمارے نبی، آخری نبی ہیں، تو اس کا یہ عدمِ علم، انکار نہیں ہے،لٰہذا یہ نہیں کہا جائے گا کہ اس نے امر دینی ضروری کا انکار کر دیا۔تو یہ مسلمان نہیں بلکہ وہ مسلمان ہے۔ ہاں! جو شخص جانے اور پھر انکار کرے تو وہ منکر کہلائے گا۔جس کی بنیاد پر وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو گا۔ یہ مختصر سی وضاحت ہے ضروریاتِ دین اور اس کے احکام کی ۔ مولا عزوجل ہمیں علومِ دینیہ کا وافر حصہ عطا فرمائے۔

وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغ   اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللہِ وَبَرَکَاتُہٗ

قرآن مقدس پر عمل، وقت کی اشد ضرورت

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ وَ نُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ط (پ:۱۶)

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَلِیُّ الْعَظِيْمُ

حصولِ برکت کے لیے ایک مرتبہ درود شریف پڑھ لیجیے۔ رفیقانِ ملت! آج کی اس بزم میں میری تقریر کا عنوان ہے ''قرآن مقدس پر عمل، وقت کی اشد ضرورت'' عزیزانِ ملّت! اللہ رب العزت کی نازل کردہ عظیم ترین کتاب، قرآن مقدس جو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئی، یہ کتاب صرف حصول برکت یا طاق کی زینت بنانے کے لیے نہیں ہے بلکہ عمل کے زیور سے آراستہ ہونے کے لیے ہے، قرآن عظیم پر ایمان رکھنے کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اس کے احکام وفرمودات پر عمل کیا جائے۔ آج ناکامیوں، پسماندگیوں کا رونا روتے روتے ہماری آنکھوں سے آنسو خشک ہوچکے ہیں، اور دانشوروں کے اجتماعات اور کامیابی کا منصوبہ بناتے بناتے ہماری زندگی کا بیشتر حصہ گزرتا جارہا ہے، لیکن نتیجہ یہ نکلا کہ ع مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

مسلمانو! یاد رکھو اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن مجید کی حفاظت کا ذمہ لے کر اپنے محبوبِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمّت کو ساری دنیا پر غالب دیکھنا چاہتا ہے، مگر اس غلبے کا حصول، دامنِ قرآن اور صاحبِ قرآن صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مضبوطی سے تھامے بغیر ممکن ہی نہیں، اگر آپ صحابۂ کرام کی زندگی کا مطالعہ کریں، تو اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ اُنھوں نے صرف قرآن پڑھ کر اور اُس پر عمل کر کے پوری دنیا کی عظیم طاقتوں کو مغلوب کرلیا تھا، حضرت فاروق اعظم جیسا جہاں گیری اور جہاں بانی کرنے والا سلطان، حضرت خالد بن ولید، حضرت ابوعبیدہ بن جراح، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم جیسے جنرل فیلڈ مارشل، حضرت علی المرتضیٰ جیسا جج، حضرت ابوبکر صدیق جیسا مدبر سیاست، حضرت عثمان غنی جیسا ماہر تجارت واقتصادیات، ذرا بتاؤ تو سہی کہ آسمانِ عمل وحکمت کے یہ روشن ستارے کس یونیورسٹی کے تعلیم یافتہ تھے اور کون سی کتاب کا کورس پڑھنے والے تھے؟ تو آپ کا جواب یہی ہوگا کہ یہ سب کے سب مدرسۃ الرسول کے سند یافتہ اور قرآن مقدس کا کورس پڑھنے والے تھے۔

مسلمانو! ہمارے اسلاف نے نہ تو قرآن مقدس کی تلاوت چھوڑی اور نہ ہی اس پر عمل کرنا

چھوڑا، اُن کا قرآن مقدس سے کیسا عشق اور کتنا شغف تھا، اس کا اندازہ ان باتوں سے کیا جاسکتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں قرآن مجید کے جمع وترتیب کا انتہائی خاص اہتمام فرمایا، حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے پوری سلطنت میں چار ہزار مسجدیں اور قرآن مقدس کے مدارس تعمیر کروائے، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بوقت شہادت بھی قرآن مجید ہی کی تلاوت میں مشغول تھے، امیر المومنین حضرت مولیٰ علی شیر خدا رضی اللہ عنہ تلاوتِ قرآنِ مجید میں یکتائے صحابہ مانے جاتے تھے، حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ نے چالیس برس تک عشا کے وضو سے فجر کی نماز ادا کی اور ہر رات دو رکعتوں میں پورا قرآن مقدس پڑھ لیا کرتے تھے اور جیل خانہ کی جس کوٹھری میں آپ دنیا سے رخصت ہوئے اُس میں آپ نے سات ہزار ختم قرآن مقدس پڑھا تھا، حضرت ابوبکر بن محمد انصاری بھی چالیس برس تک عشا کے وضو سے فجر کی نماز پڑھتے رہے اور ساری رات نفلوں میں قرآن مقدس پڑھا کرتے تھے، مشہور محدث ابوبکر بن عیاش کوفی کے انتقال کے وقت ان کی صاحبزادی رونے لگی تو ارشاد فرمایا کہ: ’’میری پیاری بیٹی تم کیوں روتی ہو؟ کیا تم ڈرتی ہو کہ تمہارے باپ کو عذاب دیا جائے گا؟ نورِ نظر! تمہیں کیا خبر؟ میں نے اپنے مکان کے صرف ایک کونے میں ۲۴/ ہزار ختم قرآن مقدس پڑھا ہے‘‘، اور آج ہمارا حال یہ ہے کہ ہم سال سال بھر قرآن کریم اُٹھا کر دیکھتے تک نہیں ہیں، اور اپنی بدحالی کا رونا روتے ہوتے ہوئے یورپ وامریکہ میں بسنے والے لوگوں کی زندگیوں کو للچائی ہوئی نگاہوں سے دیکھتے ہیں کہ وہ کس قدر کامیاب اور خوش وخرم ہیں، حالاں کہ ایسا نہیں ہے، ہماری مثال اس نادان کی سی ہوتی جارہی ہے کہ جس کی جیبوں میں لعل و یاقوت جیسے جواہرات پڑے ہوئے تھے، مگر وہ اُن کی قدر و قیمت نہیں جانتا تھا اور شیشے کے چمکتے ہوئے ٹکڑوں کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا، یہی حال ہمارا ہے کہ قرآن مقدس جیسی کتاب ہمارے پاس ہے مگر ہم اپنی کم علمی کی بنا پر اُس کی قدر و قیمت نہیں سمجھ پارہے ہیں اور دوسروں کی ناقص کتابوں کے چرچے کرتے ہیں۔ قرآن مقدس سے دوری کی بنیاد پر ہمیں یہ خبر ہی نہیں رہی کہ ہم محمدی کچھار کے شیر نر ہیں، ہمیں پتہ ہی نہیں کہ ہمارے ہی اسلاف حضرت حیدر کرار اور حضرت خالد بن ولید، فاتح سندھ محمد بن قاسم اور فاتح اندلس حضرت طارق بن زیاد ہیں۔ لہٰذا ضرورت اس بات کی ہے کہ وقت رہتے ہم بیدار ہوجائیں اور قرآن مقدس کو سینے سے لگائیں، اسے پڑھیں اور پڑھائیں اور اس کے پیغامات کو عام کریں، ان شاء اللہ تعالیٰ دونوں جہان کی ترقیاں ہمارے قدم چومیں گی۔ وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

☆☆☆

قرآنی بشارتیں اور وعیدیں

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ وَ نُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ یُدْخِلْہُ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِہَا الْاَنْہٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْہَا وَذٰلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ (سورۂ نساء: ۱۳) صَدَقَ اللّٰہُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ

ان کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیئے ہیں　　جس راہ چل گئے ہیں کوچے بسا دیئے ہیں

حصولِ برکت کے لیے ایک مرتبہ درود شریف پڑھ لیجیے۔

رفیقانِ بزم! میری تقریر کا عنوان ہے ’’قرآنی بشارتیں اور وعیدیں‘‘ قرآن مجید فرقانِ حمید، اللہ تعالیٰ کا وہ مقدس کلام ہے جو مومنوں اور متقیوں کے لیے مکمل ہدایت ہے، اس میں ہر چیز کا روشن بیان ہے، جس پر عمل پیرا ہونا ہر بندۂ مومن کے لیے لازم ہے، اس پر عمل کیے بغیر ہم ہرگز عروج و ارتقا کی منزلیں طے نہیں کر سکتے۔ جس نے بھی قرآن مقدس کے احکام پر عمل کیا، وہ کامیاب اور بامراد ہوا، اور جس نے قرآن مقدس کو چھوڑ دیا اور پسِ پشت ڈال دیا تو ذلت و رسوائی اس کا مقدر بن گئی۔ مسلم شریف میں ہے: اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اِنَّ اللّٰہَ یَرْفَعُ بِھٰذَا الْکِتَابِ وَیَضَعُ بِہٖ اٰخَرِیْنَ (ج ۲، ص ۲۷۳) بے شک اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعے بہتوں کو بلند فرماتا ہے، اور اس سے دوسرے بہت سے لوگوں کو گراتا ہے۔

اس حدیث پاک کا مطلب یہ ہے کہ جو بندہ خدا کی اِس کتاب پر ایمان لائے اور اِس پر عمل کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے درجات کو بلند فرماتا ہے، اور جو ایسا نہیں کرتا تو ذلّت و رسوائی اس کا مقدر بن جاتی ہے۔ لہٰذا اگر ہم سربلندی حاصل کرنا چاہتے ہیں، تو قرآن مجید کا سہارا لیں، اور پورے ایمان و یقین کے ساتھ اس کی تعلیمات پر عمل کریں، اور اس کی تلاوت کو شب و روز کا وظیفہ بنا لیں، اس کے مفہوم کو سمجھنے کی کوششیں کریں۔ آپ کی یہ کوشش، قربِ الٰہی کے حصول کا ذریعہ بنے گی۔

سامعین کرام! یہ وہ مقدس کلام ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے فرماں بردار بندوں کو طرح طرح کی بشارتیں اور خوشخبریاں سنائی ہیں۔ اور نافرمانوں کے لیے قسم قسم کی وعیدیں بھی فرمائی ہیں۔ دیکھیے اپنے فرماں بردار بندوں کو خوشخبری سناتے ہوئے ارشاد فرمایا: ’’وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ یُدْخِلْہُ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِہَا الْاَنْہٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْہَا وَذٰلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ‘‘ (سورۂ نساء: ۱۳) ترجمہ: اور جو حکم مانے اللہ اور اللہ کے رسول کا، اللہ اسے باغوں میں لے

جائے گا جن کے نیچے نہریں رواں ہیں، ہمیشہ ان میں رہیں گے اور یہی بڑی کامیابی ہے۔ (کنز الایمان)
اور ارشاد فرمایا کہ: ''وَمَنۡ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوۡلَہٗ فَقَدۡ فَازَ فَوۡزًا عَظِیۡمًا'' (سورۂ احزاب، ۷۱) ترجمہ: ''اور جو اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرے اس نے بڑی کامیابی پائی۔''

عزیزانِ ملت اسلامیہ! یہ دونوں آیاتِ مبارکہ فرماں برداروں کو خوش خبریاں سنا رہی ہیں، اب قرآن مقدس کی زبان سے نافرمانوں کے لیے وعیدیں بھی سماعت کر لیجیے: ''وَمَنۡ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوۡلَہٗ یُدۡخِلۡہُ جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِہَا الۡاَنۡہٰرُ وَمَنۡ یَّتَوَلَّ یُعَذِّبۡہُ عَذَابًا اَلِیۡمًا'' (سورۂ فتح: ۱۷) ترجمہ: اور جو حکم مانے اللہ اور اللہ کے رسول کا، اللہ اسے باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں رواں ہیں، اور جو پھر جائے اسے دردناک عذاب فرمائے گا۔ (کنز الایمان)

عزیزانِ ملّت اسلامیہ! ان آیاتِ مبارکہ کی تفسیر کرتے ہوئے علامہ سید سعادت علی قادری لکھتے ہیں: ''کہ اے ایمان والو! تمہارا مطاعِ حقیقی اللہ تعالیٰ ہے اور اس کی اطاعت کا وسیلہ اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں۔ لہٰذا تم غیروں سے بھیک مانگنے کی بجائے، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے غلام بن جاؤ۔ ساری دنیا تمہارے در کی بھکاری ہو جائے گی، ذرا غور کرو اور انھیں دیکھو جو گمراہی کی تاریکی میں بھٹک رہے تھے، انسانیت سے بہت دور ہو چکے تھے، تکبّر و غرور نے ان کی آنکھوں پر پردہ ڈالا ہوا تھا، عیش و عشرت اُن کی زندگی کا مقصد تھا، دوسروں کو لوٹنا، ستانا، ظلم و ستم کرنا اُن کا محبوب مشغلہ تھا، کہ آقائے رحمت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نُور چمکا۔ لہٰذا جن کا مقدر چمکا وہ سیدھی راہ پر پلٹ پڑے، دنیا کے آقاؤں کو ٹھوکر مار کر اُس آقا کی بارگاہ میں حاضر آئے، جس نے اُنھیں آقا بنا دیا۔ تم کیوں نہیں دیکھتے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیروی اور غلامی ہی کا وہ تاج ہے کہ آج تک حضرت بلال حبشی، حضرت زید بن ثابت، حضرت صہیب رومی، حضرت سلمان فارسی، حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہم اجمعین ہمارے آقا ہیں، ہمارے سر کا تاج ہیں، اُن کا احترام ہمارے ایمان کا حصہ ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اِسی فرماں برداری نے افضل الخلق بعد الانبیاء کا شرف بخشا، حضرت فاروق اعظم اِسی غلامی کے سبب دنیا کی سب سے بڑی اسلامی ریاست کے حکمراں بنے، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اسی غلامی پر اپنا سب کچھ نچھاور کر دیا، اور مولا علی شیرِ خدا کو اسی غلامی نے ابوتراب، اسد اللہ اور حیدر کرار بنا دیا، لہٰذا

اُن کے جو ہم غلام تھے خلق کے پیشوا رہے ۔۔۔ اُن سے پھرے جہاں پھرا، آئی کمی وقار میں

مولا عزّ و جل ہمیں فرماں برداری کی توفیق بخشے اور نافرمانیوں سے بچائے آمین! بجاہِ النبی الامین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

وَمَا عَلَیۡنَا اِلَّا الۡبَلَاغ

☆☆☆

اسلام میں عیب پوشی

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ وَ نُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَۃُ فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ ؕ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ط (پ:۱۸) صَدَقَ اللّٰہُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ

حصولِ برکت کے لیے ایک مرتبہ درود شریف پڑھ لیجیے۔

رفیقانِ ملت! آج کی اس بزم میں میری تقریر کا عنوان ہے ''اسلام میں عیب پوشی'' یاد رکھیں! مذہب اسلام انسان کی لغزشوں اور خطاؤں پر پردہ ڈالنے کی ترغیب دلاتا ہے، تاکہ جب کبھی وہ جرم وخطا میں مبتلا ہو جائے تو اس کو اصلاحِ نفس اور برائیوں کو دور کرنے کا موقع مل سکے۔ پردہ پوشی اعلیٰ مکارم اخلاق میں سے ہے، عیب پوشی اس وقت اور اہم ہو جاتی ہے جب وہ شخص معزز ہو یا عالم ہو یا قائد و رہنما ہو یا ان جیسے معزز افراد ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے اندر ارشاد فرمایا: ''اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَۃُ فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ ؕ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ'' (پ:۱۸) ''وہ لوگ جو چاہتے ہیں مسلمانوں میں بُرا چرچا پھیلے، ان کے لیے دردناک عذاب ہے، دنیا اور آخرت میں اور اللہ جانتا ہے تم نہیں جانتے۔'' (کنز الایمان)

اور ایک دوسرے مقام پر اللہ پاک نے ارشاد فرمایا: ''وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَیْرِ مَا اکْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُھْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِیْنًا'' (سورۂ احزاب: ۵۸) ''اور جو ایمان والے مردوں اور عورتوں کو بے کیے ستاتے ہیں انھوں نے بہتان اور کھلا گناہ اپنے سر لیا۔'' (کنز الایمان)

برادرانِ ملّت اسلامیہ! عیب پوشی کی فضیلت واہمیت اور پردہ دری کی مذمت وشناعت کے حوالے سے کثیر احادیث مبارکہ وارد ہوئی ہیں، چنانچہ مسلم شریف میں حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے، نہ وہ اس پر ظلم وزیادتی کرے اور نہ وہ اسے تباہی کے حوالے کرے، جو شخص اپنے بھائی کی حاجت روائی میں لگا

رہے گا اللہ عزوجل اس کی حاجت روائی فرمائے گا اور جو شخص کسی مسلمان سے کوئی مصیبت دور کرے گا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی مصیبتوں میں سے کوئی مصیبت دور فرمائے گا اور جو کوئی مسلمان کسی کی پردہ پوشی کرے گا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔'' اور ابن ماجہ شریف کی روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جس نے اپنے بھائی کی ستر پوشی کی تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی عیب پوشی فرمائے گا اور جس نے اپنے کسی مسلمان بھائی کو بے آبرو کیا تو اللہ تعالیٰ اس کے عیوب کھول دے گا یہاں تک کہ اسے اس کے گھر میں رُسوا فرمائے گا۔''

رفیقانِ بزم! عیب پوشی کے بارے میں جو آیات اور احادیث مبارکہ پیش کی گئیں وہ اس بات کی روشن دلیل ہیں کہ مذہب اسلام کسی کی پردہ دری کو ہرگز روا نہیں رکھتا وہ تو اپنے متبعین کو عیب پوشی کا حکم دیتا ہے، مگر ہمارے معاشرے کا حال اس قدر سنگین صورت اختیار کر چکا ہے کہ تقریباً ہر شخص ایک دوسرے کو ایذا دینے کے فراق میں لگا رہتا ہے۔ جو بات کسی کے اندر نہیں ہوتی ہے وہ بھی اس میں ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ یاد رکھیں! مدارک التنزیل کی آیت نمبر ۵۸ رکی تفسیر کے تحت حضرت فضیل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ''کتے اور خنزیر کو بھی ناحق ایذا دینا حلال نہیں تو مؤمنین ومؤمنات کو ایذا دینا کس قدر بدترین جرم ہے۔'' لہٰذا وہ لوگ جو پولیس محکمہ کی مخبری کرتے ہیں اور چند سکوں کے لالچ میں اپنے مسلمان بھائیوں کو ناجائز طریقے سے مقدمات میں پھنسانے کی کوشش کرتے ہیں اور طرح طرح کے بے بنیاد الزامات و بہتان اور عیوب لگاتے ہیں وہ ان آیات مبارکہ اور احادیث مبارکہ کی روشنی میں اپنا ٹھکانہ متعین کرلیں، اسلام انھیں متنبہ کرتا ہے، کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کی عیب پوشی کریں اور انھیں حتی المقدور بے آبرو ہونے سے بچائیں یہی اسلامی تعلیم ہے۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ قیامت کے دن ہمارے گناہوں، بداعمالیوں اور خطاؤں پر پردہ ڈال دیا جائے تو آج اس دنیا میں اپنے بھائیوں کی پردہ پوشی کرنے کی عادت ڈال لیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ کل بروز قیامت خدائے قہار و جبار اپنی صفت ستاری سے ضرور ہمارے گناہوں کو چھپا دے گا اور اولین و آخرین کے مجمع میں ہمیں رُسوا ہونے سے بچالے گا۔ ربّ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو اس بات کی توفیق بخشے۔ آمین وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغ

☆☆☆

اخلاق حسنہ، اسلام کی طاقت کا اصل سرچشمہ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ وَ نُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَّ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّ بِذِی الْقُرْبٰی وَ الْیَتٰمٰی وَ الْمَسٰکِیْنِ وَ الْجَارِ ذِی الْقُرْبٰی وَ الْجَارِ الْجُنُبِ وَ الصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَ ابْنِ السَّبِیْلِ ۙ ''(سورۂ نساء، آیت:۳۶) صَدَقَ اللّٰہُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمِ

حصولِ برکت کے لیے ایک مرتبہ درود شریف پڑھ لیجیے۔

رفیقانِ ملت! آج کی اس تقریب میں میری تقریر کا عنوان ہے ''اخلاق حسنہ، اسلام کی طاقت کا اصل سرچشمہ'' رفیقانِ گرامی! اسلام نے اپنے ماننے والوں کو ایسا معیاری نظام اخلاق عطا فرمایا ہے کہ جس کی مثال پوری تہذیبی وتمدنی تاریخ لانے سے عاجز وقاصر ہے؛ اور ساتھ ہی اس بات میں کسی کو شک نہیں ہونا چاہیے کہ کسی بھی سماج کی سماجی اور معاشرتی ترقی کا راز عمدہ نظامِ اخلاق کے قیام ہی پر منحصر ہے، اخلاقی کشش کے بغیر ترقی کا تصور اُدھورا اور ناقص ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے اپنے دیوانوں کے لیے درس اخلاقیات کو مقدم رکھا ہے۔ دوستو! آپ یہ جانتے چلیں کہ اسلام نے انسانوں کو جو نظامِ اخلاق عطا کیا ہے۔ اس کا دائرہ بہت وسیع وعریض ہے، اس میں خدائے وحدہٗ لاشریک کی ساری مخلوق شامل ہے، اس کے لیے انسان، حیوانات، بناتات وجمادات کی کوئی قید نہیں ہے۔ اسلام کی اخلاقی تعلیم ایسی جامع اور ہمہ گیر ہے کہ انسان تو انسان، حیوان اور نباتات بھی اس میں داخل ہیں، یاد رکھئے۔ جانوں کو تلف کرنا، پھل دار درختوں کو کاٹنا، لہلہاتے ہوئے کھیتوں کو ویران کرنا، بسے ہوئے گھروں کو اُجاڑنا، اخلاقِ حسنہ کے خلاف ہے۔

برادرانِ ملت اسلامیہ! تمام انبیاے کرام اور رسولانِ عظام علیہم السلام نے اپنے اپنے دور میں اپنی اُمتوں کو اخلاق کی تعلیم دی ہے اور اس پر قائم رہنے کی تاکید فرمائی ہے، جیسا کہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ ''یعنی مجھے اس لیے مبعوث کیا گیا کہ میں مکارم اخلاق کو پایۂ تکمیل تک پہنچا دوں۔''

دوستو! ہمارے نبی ہمیشہ یہ دعا مانگا کرتے تھے: ''اَللّٰھُمَّ حَسَّنْتَ خَلْقِیْ فَحَسِّنْ خُلُقِیْ''

''اے اللہ تو نے میری صورت اچھی بنائی میرے اخلاق بھی اچھے کر دے۔''

عزیزانِ ملت! یہ دعا اس پیکر اخلاق کی ہے جن کے اخلاقِ حسنہ کی عظمت کا بیان خود خلاق دو عالم نے فرمایا ہے: وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ (پ:۲۹) یعنی اے محبوب آپ کا اخلاق عظیم الشان ہے۔

اور اپنے خلق عظیم کا مظاہرہ آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ اس طرح فرمایا کہ سن ۸ ھ میں مکۃ المکرمہ پر ایک بوند خون بہا کے بغیر انتہائی پُرامن طریقے پر آپ نے فتح و کامرانی کا جھنڈا لہرایا۔ پوری دنیا میں ایسی تاریخ رقم کرنے والا سوائے آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کوئی اور نظر نہیں آتا۔ برادران ملت! اسلام نے جہاں انسان کے ساتھ اس کے ہر رنگ و روپ میں حسن اخلاق پیش کرنے کا مطالبہ کیا ہے، وہیں دوسری مخلوقات کے ساتھ بھی اچھے برتاؤ کرنے کا حکم دیا ہے۔ یہاں تک کہ جانوروں کے ساتھ بھی پیار و محبت سے پیش آنے کو کہا ہے۔ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں بلا وجہ مارنے، تکلیف دینے اور ان سے زیادہ مشقت والا کام لینے سے منع فرمایا ہے۔ اور انہیں وقت پر چارہ دینے اور ان کے حفظانِ صحت کا خاص خیال رکھنے پر زور دیا ہے۔

آقا کی جانوروں کے ساتھ حسن سلوک کی مثال کا اندازہ آپ اس واقعہ سے لگا سکتے ہیں کہ جس وقت حضور کا قافلہ فاتحانہ طور پر مکہ مکرمہ میں داخل ہو رہا تھا؛ اس وقت مکہ کے راستے میں ایک اونٹنی بچہ دی ہوئی تھی۔ حضور کی نظر جوں ہی اس بچے پر پڑی آپ نے وہاں ایک آدمی کو اس وقت تک بیٹھائے رہا جب تک کہ قافلے کا آخری فرد گزر نہ گیا ہو کہ کہیں وہ نوزائدہ بچہ قافلے والوں کے پیروں میں نہ آ جائے۔ اس سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بے نظیر اخلاق کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

اسی طرح ایک یہودی کا آپ پر کچھ قرض تھا اور قرض کی ادائیگی کا وقت بھی متعین تھا۔ لیکن وہ وقت موعود سے پہلے ہی مطالبہ کرنے لگا اور سختی کرنے لگا۔ جیسے جیسے وہ سختی کرتا آقائے کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ویسے ویسے نرم ہوتے جاتے، یہاں تک کہ وہ یہودی خاندانِ نبوت کو کوسنے لگا۔ اس حالت کو دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس یہودی کی زجر و توبیخ کی، اور کہا کہ اگر تو اس مجلس میں نہ ہوتا تو میں تیری گردن مار دیتا۔ یہ سن کر سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: اے عمر! تمہیں چاہیے

تھا کہ تم مجھ سے قرض کی ادائیگی کے لیے کہتے اور اس سے کہتے کہ تم تقاضا نرمی سے کرو۔ اس کو ڈانٹنا نہیں چاہیے تھا۔ جاؤ! اس کا قرض ادا کرو اور اُس سے جھگڑے کے عوض بیس درہم زیادہ دو۔ جب یہودی نے آپ کے اس قدر بے مثال اخلاق کریمانہ کو دیکھا تو وہ اپنے عمل سے تائب ہوا اور فوراً مشرف بہ اسلام ہو گیا۔

برادرانِ ملت! آج کے اس ترقی یافتہ دور میں جدھر بھی نظر اُٹھا کر دیکھئے اکثر قومیں تعمیر و ترقی کے میدان میں پیش پیش نظر آتی ہیں، اور دنیا کے ہر شعبے میں اپنا قبضہ جما چکی ہیں۔ لیکن اس کے باوجود موجودہ زمانے میں امن و شانتی کا دور دور تک تصور نہیں کیا جا سکتا۔ آپسی بھائی چارگی اکثر قوموں سے خصوصاً مسلمانوں سے رُخصت ہو چکی ہے اور افراتفری کی فضا قائم ہو چکی ہے۔ دوستو! جب ہم اس کے اسباب وعلل پر نظر ڈالتے ہیں تو جو سب سے بڑی وجہ نظر آتی ہے وہ ہماری غیر اخلاقی صورت حال کی فراوانی ہے۔ بس یہی وجہ ہے کہ ہمارا مسلم معاشرہ آپسی رسہ کشی کا شکار نظر آتا ہے، حد تو یہ ہے کہ بڑوں نے چھوٹوں پر دست شفقت پھیرنا چھوڑ دیا ہے اور چھوٹے بھی اپنے بڑوں کی تعظیم سے دور جا چکے ہیں۔ اخلاقی صورت حال اتنی بدتر ہو چکی ہے کہ ایک بھائی دوسرے بھائی کو مصیبت میں پھنسا دیکھ کر شادیانے بجاتا ہوا نظر آتا ہے۔ طرفہ تو یہ ہے دوستو! کہ جو حضرات رہبر اور قائد کہلاتے ہیں چند کو چھوڑ کر وہ بھی اس فلسفے کو بھول بیٹھے ہیں، مسلمات میں ہے کہ جب تک ہم اپنے اندر اخلاقیات کے چراغ نہیں جلا لیتے اس وقت تک ترقی اور کامیابی کا خواب دیکھنا ریت کی دیوار تعمیر کرنے کے مثل ہے۔ مولیٰ عزوجل اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اخلاقی کشش کے ذریعے ہمارے اندر اخلاقی جذبہ پیدا کرے۔ آمین۔ وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

(ماخوذ مضمون: اسلام کا نظام اخلاق، از ڈاکٹر رہبر مصباحی)

☆☆☆

اُمّت کی اخلاقی حالت

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ وَ نُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ اَمَّا بَعۡدُ فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۔

وَبِالۡوَالِدَیۡنِ اِحۡسَانًا وَّبِذِی الۡقُرۡبٰی وَالۡیَتٰمٰی وَالۡمَسٰکِیۡنِ وَالۡجَارِ ذِی الۡقُرۡبٰی وَالۡجَارِ الۡجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالۡجَنۡۢبِ وَابۡنِ السَّبِیۡلِ(پ:۵،ع:۳)صَدَقَ اللّٰہُ الۡعَلِیُّ الۡعَظِیۡمُ

جس راہ چل گئے ہیں کوچے بسا دیئے ہیں ان کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیئے ہیں

حصولِ برکت کے لیے ایک مرتبہ درود شریف پڑھ لیجیے۔

رفیقانِ بزم! میری تقریر کا عنوان ہے ’’ اُمّت کی اخلاقی حالت‘‘ دوستو! آپ یہ جانتے چلیں کہ اسلام نے انسانوں کو جو نظام اخلاق عطا کیا ہے؛ اس کا دائرہ بہت وسیع وعریض ہے، اس میں خدائے وحدہٗ لاشریک کی ساری مخلوق شامل ہے، اس کے لیے انسان، حیوانات، نباتات و جمادات کی کوئی قید نہیں ہے۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ انسانی معاشرے کا فرد ہونے کی حیثیت سے معاشرے کے دوسرے افراد کے جو حقوق، اُس پر عائد ہوتے ہیں، اُن کو بحسن وخوبی انجام دینا ہی حسن خلق کہلاتا ہے۔ اپنے ماں، باپ، بیوی، بچے، پڑوسی، ہمسایہ، یتیم، بیوہ، سائل، راہ گیر، بیمار، محتاج وغیرہ کے ساتھ مروّت اور احسان کرنے کی تاکید احادیث مبارکہ میں موجود ہے، اور یہ تعلیم ایسی جامع اور ہمہ گیر ہے کہ انسان تو انسان، حیوان اور نباتات بھی اس میں داخل ہیں یاد رکھئے۔ جانوں کو تلف کرنا، پھل دار درختوں کو کاٹنا لہلہاتے ہوئے کھیتوں کو ویران کرنا، بسے ہوئے گھروں کو اُجاڑنا، اخلاقِ حسنہ کے خلاف ہے۔

آج اُمّت کا اخلاقی مسئلہ انتہائی ناگفتہ بہ ہے، ہر شخص اخلاقی گراوٹ کا شکار نظر آرہا ہے، نہ بڑوں کے اندر شفقت کا جذبہ رہ گیا ہے، نہ چھوٹوں کے اندر ادب کا لحاظ، نہ بات کرنے کا سلیقہ باقی ہے، نہ کام کرنے کا طریقہ، الغرض! بداخلاقی اس قدر رچ بس چکی ہے کہ لوگ ہم سے نفرت کرتے ہوئے دور بھاگتے نظر آرہے ہیں۔ بداخلاقی کی وجہ سے دنیوی معاملات میں ہمیں ناکامیوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ بداخلاقی کی وجہ سے ہمارے دین پر کیچڑ اُچھالا جارہا ہے، اور مسلمانوں پر طعن وتشنیع کیا جارہا ہے۔

سامعین کرام! بداخلاق شخص خود بھی پریشان رہتا ہے اور لوگوں کو بھی پریشان کرتا ہے، بداخلاق شخص کے دُشمن زیادہ ہوتے ہیں اور دوست کم ہوتے ہیں، بداخلاق شخص اپنے آپ کو دنیوی مصیبت میں بھی مبتلا کرلیتا ہے اور آخرت کا عذاب بھی مول لیتا ہے، گویا بداخلاق شخص اس ٹوٹے گھڑے کی طرح ہوتا ہے جو استعمال کے قابل نہیں ہوتا۔

جبکہ دوسری طرف ہمارا مذہب ہمیں ہر شعبے میں اخلاقیات کی پابندی اور پاس داری کا حکم دیتا ہے، خواہ اس شعبے کا تعلق سیاست سے ہو یا تجارت سے، معاشرت سے ہو یا تعلیم سے، ملازمت سے ہو یا صنعت سے، بہرصورت ہمیں حسن اخلاق کا پابند کیا گیا ہے۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ”مجھے مکارم اخلاق اور محاسن افعال کی تکمیل کے لیے مبعوث کیا گیا ہے۔“ اور آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ: ”قیامت کے دن مومن کے میزان میں حُسنِ اخلاق سے زیادہ وزنی کوئی شے نہ ہوگی۔“ اللہ اکبر! حُسنِ اخلاق جس قدر قیمتی چیز ہے اُسی قدر مسلمانوں میں کمیاب ہے۔

لہٰذا ضرورت اس بات کی ہے کہ اچھوں کی صحبت اختیار کی جائے کہ بندہ جیسی صحبت اختیار کرتا ہے ویسا ہی بن جاتا ہے۔ اچھوں کی صحبت اچھا اور بُروں کی صحبت بُرا بنا دیتی ہے، بداخلاق کی صحبت، بداخلاق اور حُسنِ اخلاق والوں کی صحبت، حُسنِ اخلاق والا بنا دیتی ہے۔ اور ساتھ ہی دل میں احترامِ مسلم بھی پیدا کیجیے کہ جب بندے کے دل میں احترام مسلم پیدا ہوگا تو وہ خود بخود ان کے ساتھ حُسنِ اخلاق سے پیش آئے گا اور اس طرح اسے حُسنِ اخلاق کی دولت نصیب ہوجائے گی۔ اور بارگاہِ الٰہی میں حُسنِ اخلاق کی دعا بھی مانگنی چاہیے: ”اَللّٰھُمَّ حَسَّنْتَ خَلْقِیْ فَحَسِّنْ خُلُقِیْ“، ”یعنی اے اللہ! تو نے میری صورت اچھی بنائی ہے لہٰذا میرے اخلاق کو بھی اچھے کردے“ اور یہ بھی دعا مانگنی چاہیے کہ: ”اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الصِّحَّۃَ وَالْعَافِیَۃَ وَحُسْنَ خُلُقِیْ“، ”اے اللہ! میں تجھ سے صحت، عافیت اور اچھے اخلاق کا سوال کرتا ہوں۔“ عزیزو! بُرائی کا جواب بھلائی سے دینے کو افضل اخلاق شمار کیا گیا ہے۔ چنانچہ فرمانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کہ: ”دنیا اور آخرت کے افضل اخلاق میں سے یہ ہے کہ تم قطع کرنے والے سے صلۂ رحمی کرو، جو تمہیں محروم کرے اسے عطا کرو، اور جو تم پر ظلم کرے اسے معاف کرو، یہی اسلامی تعلیمات ہیں، اور یہی کامیابی کا ضامن ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے اندر حُسنِ اخلاق پیدا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

وَمَا عَلَیْنَآ اِلَّا الْبَلَاغ

☆☆☆

منشیات کا غیر معمولی فروغ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ وَ نُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُفَاَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْہُ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ۔ ط (المائدۃ،آیت:۹۰) صَدَقَ اللّٰہُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمِ

حصول برکت کے لیے ایک مرتبہ درود شریف پڑھ لیجیے۔

رفیقانِ بزم! میری تقریر کا عنوان ہے ’’منشیات کا غیر معمولی فروغ‘‘ دیکھیے دنیا جانتی ہے کہ مذہب اسلام نے روزِ ازل سے ہی معاشرتی انصاف پر زور دیا ہے۔ اسلام کی آفاقی تعلیم کا دائرہ انسانی زندگی کے ہر شعبے کو محیط ہے، اسلام جہاں انسان کے باطنی نظام کی پاکیزگی کی تلقین کرتا ہے وہیں اس کے ظاہری احوال کی صلاح وفلاح کے لیے ایک مستحکم کائناتی نظام بھی پیش کیا ہے، جس کا تعلق معاشرتی وملّی حالات سے ہے۔

مذہب اسلام نے انسان کو ظاہر و باطن کی پاکیزگی اختیار کرنے کا پابند کیا ہے۔ دین اسلام نے انسانی زندگی میں رونما ہونے والے سارے جرائم کی تفصیل بیان کردی ہے اور اُن کی سزاؤں سے بھی آگاہ کر دیا ہے۔ جرم والی لسٹ میں منشیات یعنی نشہ آور چیزوں کا استعمال بھی ہے۔ عزیزانِ ملت اسلامیہ! منشیات کا استعمال مسلم سماج میں خوفناک اور گھناؤنی صورتحال پیدا کرنے کا ایک اہم ذریعہ بنتا جارہا ہے۔ آج صرف شراب کی بنیاد پر مختلف قسم کی برائیاں ہمارے معاشرے میں جنم لے رہی ہیں۔ نشے کی اس لت نے ہمارے خوانگی حالات کو تہس نہس کر دیا ہے۔ انسان کی گھریلو زندگی پوری طرح متاثر ہے، اس کی وجہ سے بیوی پر تشدد ہو رہا ہے، بچوں کی بے جا سرزنش ہو رہی ہے، پڑوسیوں سے گالی گلوچ کا بازار گرم رہتا ہے، طلاق کی شرحوں میں اضافہ ہو رہا ہے، قتل و غارت گری ہو رہی ہے، نابالغ بچوں اور بچیوں پر دست درازی ہو رہی ہے، والدین پر طعن و تشنیع کیے جاتے ہیں، پاکیزہ رشتوں کو پامال کیا جا رہا ہے۔

شریکانِ بزم! فرمانِ الٰہی ہے: ’’یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ

وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ'' کہ ''اے ایمان والو! شراب اور جوا اور بت اور قسمت معلوم کرنے کے تیر ناپاک شیطانی کام ہی ہیں تو ان سے بچتے رہو تا کہ تم فلاح پاؤ۔'' جب خدائے پاک اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شراب اور نشہ آور چیزوں کو حرام قرار دیا تو آپ کے متبعین نے شراب کو مدینہ کی نالیوں میں اس طرح بہا دیا جس طرح بارش کا پانی نالیوں میں بہتا ہے، اور جب تک شراب اُن کی گھُٹّی میں پڑی رہی۔ کوئی اُن کے اوپر حکومت کرنا پسند نہیں کرتا تھا۔ کیا نہیں سنا آپ نے شراب 'امّ الخبائث' یعنی تمام برائیوں کی ماں اور گناہِ کبیرہ ہے۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تک بندہ شراب نہیں پیتا دین کی وسعتوں سے مستفیض ہوتے رہتا ہے۔ لیکن جب وہ شراب پی لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا پردہ چاک کر دیتا ہے تو شیطان اس کا ساتھی بن جاتا ہے۔ جو ہر بھلائی سے اُسے روک کر بُرائی کی طرف اس کی رہنمائی کرتا ہے۔ شراب پینے والا اپنا ہوش وحواس کھو بیٹھتا ہے، اور نشے کی حالت میں اپنی ماں، خالہ اور چچی کے ساتھ بدکاری کا مرتکب ہو جاتا ہے۔ دیکھ لیجیے قرآن وحدیث کی کتب میں، پچاس سے زیادہ آیات واحادیث میں سخت ترین الفاظ میں نشہ آور اشیا کی حُرمت کا بیان آپ کو ملے گا۔

سامعین کرام! شراب اور نشہ آور اشیا انسان کا دیوالیہ نکال دیتی ہیں اور اُسے کنگال کر دیتی ہیں اور اس کے گھر اور خاندان کو برباد کر دیتی ہیں، کسی نے سچ کہا ہے کہ ؎

میکدے میں کس نے کتنی پی خدا جانے مگر
میکدہ تو میری بستی کے کئی گھر پی گیا

سامعین! مذہب اسلام نے تو اکل وشرب کے ان تمام طریقوں کو حرام قرار دیا ہے جو نشہ لاتے ہیں، جو انسانوں کو بے عقل کر دیتے ہیں، اس کے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کو زنگ آلود بنا دیتے ہیں، اور جس سے اس کے حواس مختل ہو جاتے ہیں، جس کی وجہ سے انسان قلب ودماغ کا مریض بن جاتا ہے، کیونکہ اسلام ایک پاکیزہ معاشرہ کی تشکیل چاہتا ہے جہاں امن ہو، انسانیت ہو، جرائم سے پاک زندگی ہو، معاشرتی حقوق کی حفاظت ہو، انسانی رشتوں کا تحفظ ہو، یہی وجہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ'' ہر نشہ آور چیز حرام ہے، خواہ وہ شراب کی صورت میں ہو، یا نشیلی دوائیوں کی صورت میں ہو، یا چرس اور افیم کی صورت میں ہو، یا کتّا

گولی اور گردا کی صورت میں ہو، ہر نشیلی چیز مذہب اسلام میں حرام ہے۔ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو شراب کے بارے میں یہاں تک فرما دیا کہ یہ ''اُمّ الخبائث'' ہے۔ یعنی شراب تمام بے حیائیوں کی ماں ہے۔ اس کی وجہ سے بُرائیاں جنم لیتی ہیں۔

عزیزانِ ملّت اسلامیہ! منشیات کا استعمال صرف مسلمانوں کا ہی مسئلہ نہیں بلکہ یہ عالمی مسئلہ بنا ہوا ہے۔ بین الاقوامی اداروں کو اس کی روک تھام کے لیے مشترکہ طور پر کوشش کرنے کی ضرورت ہے۔ اقوام متحدہ کے ایک ادارے کی ایک سروے رپورٹ کے مطابق ۱۵/ سے ۶۴/ سال کی عمر کے ۳۵/ کروڑ افراد منشیات سے متاثر ہیں۔ خود ہمارے ملک میں بڑے بوڑھوں کے ساتھ ساتھ نوجوانوں کا ایک بڑا طبقہ اس فعل بد میں مبتلا ہے۔ ۱۴/ ۱۵/ سال کے بچے شراب پینے اور نشیلی دوائیوں کے استعمال کے عادی ہوتے جا رہے ہیں۔ لہٰذا اس صورت حال کا مقابلہ کرنے کے لیے صحت عامہ سے منسلک اداروں کو سامنے آنا چاہیے، اور والدین کو بھی چاہیے کہ اپنے بچوں کو شراب اور نشہ آور چیزوں کے نقصانات سے آگاہ کریں، اور ان کی صحت کو بہتر بنانے میں بھرپور کردار ادا کریں۔ یہ ہماری دینی، مذہبی اور اخلاقی ذمہ داری بھی ہے اور حقوق اولاد بھی ہے۔

وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

علم دین کی اہمیت وفضیلت

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ وَ نُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَۙ وَ الْمَلٰٓىٕكَةُ وَ اُولُوا الْعِلْمِ قَآىٕمًۢا بِالْقِسْطِ (پ ۳: سورہ آل عمران: ۱۸) صَدَقَ اللہُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ

حصولِ برکت کے لیے ایک مرتبہ درود شریف پڑھ لیجیے۔

رفیقانِ بزم! میری تقریر کا عنوان ہے ''علم دین کی اہمیت وفضیلت''، اسلام کا دار و مدار اور اس کی ساری رونقیں علم دین سے ہیں۔ لیکن عوام الناس میں سے بہت سے ایسے لوگ ہیں جو اس کی اہمیت وافادیت سے ناواقف ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اُن میں اکثر و بیشتر علمائے کرام سے کچھ تعلق ہی نہیں رکھتے، اُن سے دور بھاگتے ہیں بلکہ ان میں سے بعض تو علمائے کرام سے بلاوجہ بغض وعناد رکھتے ہیں، اور اُن کی شان میں توہین کر کے اپنی عاقبت برباد کر بیٹھتے ہیں۔ اس لیے اپنے موضوع کے تناظر میں مَیں چاہتا ہوں کہ علم دین کی اہمیت وافادیت اور اس کی عظمت وفضیلت کے حوالے سے چند باتیں قرآن وحدیث کی روشنی میں آپ کے سامنے پیش کروں۔

تو دیکھیے قرآن مقدس میں اللہ پاک نے ارشاد فرمایا ''شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَۙ وَ الْمَلٰٓىٕكَةُ وَ اُولُوا الْعِلْمِ قَآىٕمًۢا بِالْقِسْطِ'' (سورہ آل عمران: ۱۸) اللہ نے گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اور فرشتوں نے اور عالموں نے انصاف کے ساتھ قائم ہو کر.... تو دیکھیے اللہ عزوجل نے کس طرح اپنی پاک ذات سے گواہی کا آغاز فرمایا، پھر ملائکہ پھر علم والوں کا ذکر اپنی ذاتِ پاک کے ساتھ ملا لیا۔ کیا یہ علما اور علم دین کی عظمت وفضیلت اور شرف وکمال کے لیے کافی نہیں ہے۔

یوں ہی ۲۸/ ویں پارے میں ارشاد ہوا: يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍؕ (پارہ ۲۸، المجادلۃ: ۱۱) ''اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان والوں کے اور ان کے جن کو علم دیا گیا درجے بلند فرمائے گا۔'' سید المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس

آیت کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ علمائے کرام، عام مومنین سے سات سو درجے بلند ہوں گے۔اور ہر دو درجوں کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت ہوگی۔ (احیاء العلوم، ج۱ص ۴۳)

اسی طرح ۲۳/ویں پارے میں ہے: ''قُلۡ هَلۡ یَسۡتَوِی الَّذِیۡنَ یَعۡلَمُوۡنَ وَالَّذِیۡنَ لَا یَعۡلَمُوۡنَ'' (پ۲۳: الزمر:۹) ''تم فرماؤ برابر ہیں جاننے والے اور انجان؟'' یہاں استفہام انکار کے لیے ہے یعنی دونوں ہرگز برابر نہیں ہوسکتے،

اور ۲۲/ ویں پارے میں ارشاد ہوا: ''اِنَّمَا یَخۡشَی اللّٰهَ مِنۡ عِبَادِهِ الۡعُلَمٰٓؤُا'' (پ:۲۲،فاطر:۲۸) ''اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں''.... عزیزانِ ملّت اسلامیہ! اس آیت میں عالم کی تعریف بھی بتادی گئی ہے کہ عالم وہ ہوگا جس کے سینے میں خشیت الٰہی ہوگی۔اس کا ہر کام اللہ ورسول کی رضا کے لیے ہوگا۔تو علما ہی سب سے زیادہ خشیت والے ہیں۔

اور ۱۹/ویں پارے میں ارشاد ہوا: ''قَالَ الَّذِیۡ عِنۡدَهٗ عِلۡمٌ مِّنَ الۡکِتٰبِ اَنَا اٰتِیۡكَ بِهٖ'' (پ۱۹،النمل:۴۰) ''اس نے عرض کی جس کے پاس کتاب کا علم تھا کہ میں اسے حضور میں حاضر کردوں گا۔'' یعنی حضرت سلیمان علیہ السلام کے وزیر حضرت آصف بن برخیا نے ملکہ سبا بلقیس کے بیش قیمتی وزنی تخت کو لانے کی جو قدرت پائی تھی وہ علم دین کی وجہ سے پائی تھی۔ ملکہ بلقیس کا تخت ۴۰رگز چوڑا اور ۸۰ رگز لمبا تھا، جس کے کنارے ہیرے جواہرات سے مرصع تھے۔جس پر ملکہ دربار لگایا کرتی تھی۔ جب وہ مطیع وفرماں بردار ہوکر حضرت سلیمان پیغمبر کی بارگاہ میں آنے لگی تو اس نے اپنے اس قیمتی وزنی تخت کو سات کمروں کے اندر بند کردیا، اور ہر دروازے پر تالا بھی لگا دیا۔ایسے بھاری بھرکم تخت کو لانے کی جو قدرت حضرت آصف بن برخیا کو حاصل ہوئی وہ علم دین کی وجہ سے ہوئی۔ معلوم یہ ہوا کہ علم سے طاقت ملتی اور اخلاق سے کردار بلند ہوتا ہے۔

یہ تو علم دین کی عظمت وافضلیت قرآن پاک کی روشنی میں تھی۔اب ذرا احادیث مبارکہ ملاحظہ فرمائیں: مسلم شریف میں ہے: مَنۡ یُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَیۡرًا یُّفَقِّهۡهُ فِی الدِّیۡنِ۔ ''جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے۔'' عزیزانِ گرامی! مجھے یہ بتائیں کہ ایک ڈاکٹر جس نے بڑی محنت سے تعلیم حاصل کی اور ڈاکٹریٹ کی ڈگری پائی، ایک انجینئر جس

نے بڑی محنت ومشقت اور لگن کے ساتھ اپنا کورس مکمل کیا اور انجینئرنگ کی ڈگری حاصل کی، کیا یہ لوگ فخر سے کہہ سکتے ہیں کہ اللہ نے ہمارے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرمالیا، نہیں! ہرگز نہیں! ہاں! وہ شخص کہہ سکتا ہے جس نے اللہ ورسول کی رضا کے لیے دین کی سمجھ حاصل کی، فقہ کا علم حاصل کیا، کہ اللہ نے اس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرمالیا ہے۔ یہ ہے علم دین کی اہمیت وفضیلت اور اس کی افادیت جس سے دنیا نابلد ہے۔ یوں ہی سنن ابن ماجہ کے اندر ہے، آقا ارشاد فرماتے ہیں: ''اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ'' کہ علما انبیاء کے وارث ہیں۔ پتا چلا کہ جس طرح نبوت سے بڑھ کر کوئی درجہ نہیں اسی طرح اس کی وراثت یعنی علم دین سے بڑھ کر کوئی عظمت نہیں۔

عزیزانِ ملّت اسلامیہ! لوگوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ مال علم دین سے بڑھ کر کے ہے، نہیں! ہرگز نہیں! حضرت مولا علی شیر خدا فرماتے ہیں کہ ''اے کمیل، علم مال سے بہتر ہے کہ علم تمہاری حفاظت کرتا ہے اور مال کی تمہیں حفاظت کرنی پڑتی ہے، علم حاکم ہے اور مال محکوم ہے، مال خرچ کرنے سے گھٹتا ہے اور علم خرچ کرنے سے بڑھتا ہے۔'' مزید فرمایا کہ: ''دن بھر روزہ رکھنے والے، رات بھر عبادت کرنے والے مجاہدین سے، عالم دین افضل ہے'' اور یہ بھی آپ نے ارشاد فرمایا: فخر علما ہی کے لائق ہے کیوں کہ وہ خود ہدایت پر ہیں اور ہدایت کے طلبگاروں کے لیے راہنما ہیں۔ ہر شخص اسی چیز کی قدر کرتا ہے جو اُسے اچھی لگتی ہے لہٰذا علم دین کے ذریعے سے کامیابی حاصل کرو، زندگی پا جاؤ گے۔ لوگ مرجاتے ہیں جب کہ علما زندہ رہتے ہیں۔'' (احیاء العلوم، ج:۱، ص:۵۰ دعوت اسلامی) وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

☆☆☆

حجاب: خواتین کے تحفظ کا ضامن

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ و نسلم عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ اَمَّا بَعۡدُ فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَاِذَا سَاَلۡتُمُوۡھُنَّ مَتَاعًا فَسۡئَلُوۡھُنَّ مِنۡ وَّرَآءِ حِجَابٍ (سورۃ الاحزاب۔ ۵۳)

صَدَقَ اللّٰہُ الۡعَلِیُّ الۡعَظِیۡمُ

حصولِ برکت کے لیے ایک مرتبہ درود شریف پڑھ لیجیے۔

رفیقانِ ملت! آج کی اس تقریب میں میری تقریر کا عنوان ہے ''حجاب: خواتین کے تحفظ کا ضامن'' رفیقانِ گرامی! اسلام ایک مکمل دین ہے۔ جس میں زندگی گزارنے کے تمام پہلوؤں سے متعلق احکامات بیان کر دیئے گئے ہیں۔ تاکہ ایک مسلمان کو اپنی ضروریاتِ زندگی میں دوسرے کسی نظام کی طرف نظر اُٹھانے کی ضرورت ہی نہ پڑے، اسلام کے ضروری احکام میں سے ایک حکم پردے کا بھی ہے، یعنی ''مرد، نامحرم عورتوں سے پردہ کرے اور عورتیں، نامحرم مردوں سے پردہ کریں۔''

عزیزانِ ملّت! پردے کا حکم قرآن مقدس میں بھی ہے اور حدیث مبارکہ میں بھی، لیکن افسوس آج ہمارے معاشرے میں بے پردگی کی رسم عام ہے، دیکھا یہ جاتا ہے کہ شادی بیاہ اور خریداری کے موقع پر ہماری خواتین بے پردگی کی ساری حدوں کو پار کر جاتی ہیں، جو عورتیں سرے سے پردہ ہی نہیں کرتیں اُن کو تو جانے دیجیے لیکن جو عورتیں با پردہ اور شریف کہلاتی ہیں اُن کا بھی حال یہ ہے کہ رسوم و عادات کی وجہ سے بہت سے مواقع پر پورے طور سے پردہ نہیں کرتیں، یا تو وہ شریعت کے احکام و مسائل سے ناواقف ہوتی ہیں یا واقف تو ہیں مگر غلط رسم و رواج نے اُن پر اپنا ایسا تسلط جما لیا ہے کہ؛ اسلام کے ضروری احکام پر عمل کرنے کا وہ اپنے اندر کوئی جذبہ ہی نہیں پاتی ہیں۔ مثلاً عام طور سے عورتیں دیور، جیٹھ وغیرہ سے پردہ نہیں کرتیں حالانکہ اِن سے بھی پردے کا سخت حکم ہے۔ اس لیے اسلامی عورتوں کو رسم و رواج چھوڑ کر قرآن و حدیث کے احکامات پر عمل کرنا چاہیے۔ اِس ضمن میں اللہ پاک کا ارشاد ہے: ''وَاِذَا سَاَلۡتُمُوۡھُنَّ مَتَاعًا فَسۡئَلُوۡھُنَّ مِنۡ وَّرَآءِ حِجَابٍ'' یعنی اے مسلمانو! جب تم ازواج مطہرات سے کوئی استعمالی چیز مانگو تو پردے کے باہر سے مانگو۔ اس آیت کو آیت حجاب کہتے ہیں۔ اِس آیت کے نزول کے بعد ازواج مطہرات نے

اپنے گھر کے دروازوں پر پردے لٹکا دیئے، پھراُن کی دیکھا دیکھی دوسرے مسلمان گھرانوں میں بھی یہی طریقہ رائج ہوگیا۔ یادرکھو! اگر یہی طریقہ آج بھی رائج کرلیا گیا تو نہ باہر کے لوگ اندر کے لوگوں کو دیکھ سکیں گے اور نہ اندر کے لوگ باہر کے لوگوں کو۔

اور یہ بھی جانتے چلیں اجنبی مردوں کے سامنے عورتوں کو اپنا چہرہ چھپانا واجب ہے کیونکہ چہرے کے علاوہ باقی جسم کو چھُپانا تو عورت پر پہلے بھی فرض تھا لیکن آیت حجاب کے نزول کے بعد یہ معلوم ہوگیا کہ اجنبی مردوں کے سامنے عورتیں اپنے چہروں کو ڈھانک کر رکھیں۔سورۂ احزاب کے اندر اللہ پاک نے ارشادفرمایا ہے کہ: ''اے محبوب! آپ اپنی ازواج مطہرات، صاحبزادیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے فرمادیں کہ اپنی چادر کا ایک حصہ اپنے منھ پر ڈالے رہیں۔'' ایک اور مقام پر ارشاد ہوا: ''اے خواتین اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور بے پردہ نہ رہو، جیسے اگلی جاہلیت کی بے پردگی تھی۔'' ان آیاتِ مبارکہ سے بے پردہ باہر نکلنے کی ممانعت صاف ظاہر ہوتی ہے۔اور جب یہ ممانعت ازواج مطہرات کو ہے تو عام مسلم خواتین کے لیے یہ حکم اور سخت ہوگا، اس سے ہماری مسلم خواتین اور اسلامی بہنیں درس لیں اور پردے کا خاص خیال رکھیں۔

عزیزانِ ملّت اسلامیہ! آج ہماری بہنیں مغربی تہذیب کے سایے میں تعلیم کے مقصد سے دُور ہوتی جارہی ہیں اور تعلیم کی آڑ میں اپنی عزّت و آبرو کا سودا کرتی ہوئی نظر آرہی ہیں۔ ان خرابیوں کو دیکھتے ہوئے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اِس سے کیسے بچا جائے۔ کیا عورت پر تعلیم کے دروازے بند کردیئے جائیں؟ نہیں ہرگز نہیں بلکہ ہم وہ طریقہ اختیار کریں جس سے ہمارا دین سے بھی رشتہ مضبوط رہے اور دنیا میں بھی ہماری خواتین ترقی یافتہ اور مہذب خاتون کہلا سکیں۔اس کے لیے ضروری ہے کہ خواتین اسلامی شریعت کے مطابق پردہ کریں۔ حجاب یا عبا کے ذریعے اپنی عصمت کی حفاظت کریں۔ چست اور شوخ لباس اور خوشبو کے استعمال سے گریز کریں۔ جسم کے ساتھ ساتھ آنکھوں کا بھی پردہ کریں۔ اور شرم وحیا کا دامن اپنے ہاتھ سے ہرگز ہرگز نہ جانے دیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ ہمارا معاشرہ صلاح وفلاح کا گہوارہ بن جائے گا۔ مولیٰ عزّوجل ہماری مسلم خواتین کو شریعت کے مطابق پردہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

☆☆☆

نکاح کے مقاصد

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ وَ نُسَلِّمُ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ ط (سورہ نور، آیت: ۳۲) صَدَقَ اللّٰهُ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ

حصولِ برکت کے لیے ایک مرتبہ درود شریف پڑھ لیجیے۔

رفیقانِ بزم! میری تقریر کا عنوان ہے ''نکاح کے مقاصد'' یاد رکھیں! نکاح، انسانی زندگی کی بنیادی ضرورت ہے۔ مرد ہو یا عورت نکاح کے بغیر اس کی زندگی ادھوری رہتی ہے۔ نکاح یہ بڑا پاکیزہ اور مقدس رشتہ ہے، اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو پیدا فرمایا اور ان ہی سے اُن کا جوڑا حضرت حوّا کو بنایا۔ اس طرح شوہر اور بیوی کا پہلا انسانی رشتہ وجود میں آیا۔ باقی سارے رشتے ماں باپ، بیٹا بیٹی، بھائی بہن، اور دیگر رشتہ داریاں بعد میں وجود میں آئیں۔ قرآن کریم میں نکاح کی تاکید کرتے ہوئے ارشاد ہوا ہے: ''وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ'' (سورۂ نور، آیت: ۳۲) تم میں سے جن کے نکاح نہیں ہوئے ہیں ان کے نکاح کردو۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اَلنِّكَاحُ مِنْ سُنَّتِيْ ارشاد فرما کر نکاح کو عبادت کا درجہ دے دیا۔

عزیزانِ ملّت اسلامیہ! نکاح کے کئی اہم مقاصد ہیں، ان میں سے چند سماعت فرمائیں: نکاح کا اولین مقصد یہ ہے کہ ایک مرد اور ایک عورت کے اخلاق کی حفاظت کی جائے اور پورے معاشرے کو شر و فساد سے بچایا جائے۔ چنانچہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم سے فرمایا: ''اے نوجوانو! تم میں سے جو نکاح کی ذمہ داریوں کو ادا کرسکتا ہو اسے شادی کرلینی چاہیے، اس سے نگاہ قابو میں آجاتی ہے اور آدمی پاک دامن ہوجاتا ہے اور جو شخص نکاح کو ادا کرنے کی استطاعت نہ رکھتا ہو وہ روزے رکھے کیوں کہ روزہ اس کے شہوانی جذبات کو کم کردے گا۔''

یاد رکھیں! غیر شادی شدہ آدمی ہر وقت شیطان کے نرغے میں رہتا ہے، جوانی کا فطری تقاضا، خیالات اور جذبات کو غلط راہوں پر ڈال سکتا ہے، خصوصاً انٹرنیٹ، موبائیل اور اس بے حیائی کے ماحول میں جب کہ جذبات کو بہکانے اور بھڑکانے والے مادے ہر طرف موجود ہیں، ایسے میں نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کو زیادہ عرصے تک ازدواجی زندگی سے محروم رکھنے سے معاشرے میں بڑی گھناؤنی اخلاقی بیماریاں پیدا ہوسکتی ہیں۔ لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ وقت ہو

جانے پر اسلامی رسم و رواج کے مطابق نکاح جیسی عظیم سنّت ادا کریں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: تین طرح کے لوگوں کی مدد کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ کرم پر لے لیا ہے، ان میں سے ایک وہ شخص بھی ہے جو پارسائی اور پاک دامنی اختیار کرنے کے لیے نکاح کرنا چاہتا ہے۔

نکاح کا دوسرا اہم مقصد راحت و سکون حاصل کرنا ہوتا ہے۔ چونکہ زندگی نام ہے سخت محنت و مشقت کا، آدمی دن بھر محنت کرتا ہے، رزق حلال کی تلاش میں کوششیں کرتا ہے، ملازمت، تجارت، محنت و مزدوری کرتے کرتے تھک جاتا ہے۔ اسی طرح عورت گھر کی ذمہ داریوں کو ادا کرتے کرتے تھک جاتی ہے۔ دونوں کو آرام و سکون کی ضرورت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جہاں نیند کو تھکان دور کرنے کا ذریعہ بنایا ہے تاکہ وہ دوسرے دن کے لیے تر و تازہ ہو کر اپنی کوششیں جاری رکھ سکیں، وہیں اللہ تعالیٰ نے مرد و عورت کو ایک دوسرے کے لیے سکون و راحت کا ذریعہ بھی بنایا ہے۔ سورۂ اعراف میں ہے: ''هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِیَسْكُنَ اِلَیْهَا'' (سورۂ اعراف، آیت: ۱۸۹) ''وہی ہے جس نے تمھیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی میں سے اس کا جوڑا بنایا تاکہ اس سے چین پائے۔'' (کنز الایمان)

یوں ہی نکاح کا ایک تیسرا اہم مقصد نسل انسانی کو فروغ دینا ہے۔ نکاح سے محض لذت یا قضائے شہوت مقصود نہ ہو بلکہ اتباع سنّت اور اولاد کا حصول بھی مقصود ہو تو ایسے نکاح پر انسان ثواب پاتا ہے۔ (دُرّ مختار و رَدُّ المحتار)

اسی طرح نکاح کا چوتھا مقصد زندگی میں ایک دوسرے کی شرکت و مدد بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کی زندگی کا مقصد اپنی بندگی بتایا، ارشاد ہوا: ''وَمَا خَلَقْتُ الجن والانس الا لیعبدون'' (پ:۲۷) مرد کی زندگی کا مقصد بھی اللہ کی بندگی ہے اور عورت کی زندگی کا مقصد بھی اللہ کی بندگی ہے۔ اور اب جب وہ دونوں شریک زندگی بنے ہیں تو وہ ایک دوسرے کے ساتھی اور مددگار بھی ہو گئے۔ چنانچہ ارشاد ہوا سورۂ توبہ میں: ''وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ'' اور مسلمان مرد و مسلمان عورتیں ایک دوسرے کے رفیق ہیں (کنز الایمان)۔ یعنی آپس میں دینی محبت و الفت رکھنے والے ہیں اور ایک دوسرے کے معین و مددگار رہیں۔

عزیزانِ ملت! نکاح کے یہ وہ اہم مقاصد ہیں کہ انسان اگر ان پر عمل کرے تو اس کی زندگی با مقصد گزرے گی اور معاشرہ صلاح و فلاح کا گہوارہ بن جائے گا۔ وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

اپنی اولاد کو جہنم کی آگ سے بچاؤ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ وَ نُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا وَّقُوْدُھَا النَّاسُ وَالْحِجَارَۃُ ط (پ:۲۸) صَدَقَ اللّٰہُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ

حصولِ برکت کے لیے ایک مرتبہ درود شریف پڑھ لیجیے۔

رفیقانِ ملت! آج کی اس تقریب میں میری تقریر کا عنوان ہے ’’اپنی اولاد کو جہنم کی آگ سے بچاؤ‘‘ عزیزانِ ملّت! شادی کے بعد ہر جوڑے کی یہی تمنا ہوتی ہے کہ جلد از جلد اس کی گود ہری ہوجائے، دیر ہوتی ہے تو سوجتن کرتا ہے، روتا گڑگڑاتا ہے، دعائیں مانگتا ہے، خیر خدا کر کے نخلِ تمنا ہری ہوجاتی ہے، دل کی کلیاں کھل اٹھتی ہیں، اللہ تعالیٰ اس کی گود بھر دیتا ہے اور مسرّت کا سامان عطا فرما دیتا ہے، بچے کی پیدائش ہوجاتی ہے۔

عزیزانِ ملّت! بلاشبہہ بچہ اپنے ساتھ بے شمار مسرتیں لاتا ہے۔ ماں، دن کا سکھ اور رات کا چین قربان کر کے بھی خوش رہتی ہے، صورت دیکھتے ہی باپ کی ساری اُلجھنیں کافور ہوجاتی ہیں، غرض یہ کہ ہر طرف مسرت وشادمانی کی لہر دوڑ جاتی ہے، بلاشبہہ نیک اولاد اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے، جنھیں یہ نعمت ملتی ہے وہ بہت خوش وخرم رہتے ہیں اور جن کے یہاں اولاد نہیں ہوتی وہ ہمیشہ اولاد کی محرومیت کے صدمے میں پڑے رہتے ہیں۔ مگر جب اولاد مل جاتی ہے تو یاد رکھیں کہ یہ اولاد والدین کے اوپر بہت ساری ذمہ داریوں کا بوجھ بھی ڈال دیتی ہے، مثلاً یہ کہ اسے خوش دلی سے پالیں پوسیں، شفقت ومحبت کا برتاؤ کریں، ہمدردی کے ساتھ اسے لکھائیں پڑھائیں، اچھی عادتوں کا اسے خوگر بنائیں، اسے آداب وتہذیب سکھائیں، اس کے عقائد و اخلاق کو نکھاریں، یہ سب وہ ذمہ داریاں ہیں جو بچے کے ضمن میں والدین پر عائد ہوتی ہیں۔ اولاد کے متعلق اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے: ’’یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا وَّقُوْدُھَا النَّاسُ وَالْحِجَارَۃُ ط‘‘ (پ:۲۸) ’’اے ایمان والو! تم اپنے آپ کو اور اپنے اہل واعیال کو آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں‘‘..... اس آیت مبارکہ میں اس بات کی تاکید کی گئی ہے کہ اپنے اہل واعیال کو آگ سے بچاؤ یعنی اپنی اولاد کی تربیت، اخلاقی

اور دینی بنیادوں پر کروتا کہ وہ برائیوں سے بچ جائیں اور نیکیوں کی طرف مائل ہوجائیں۔ اس طرح وہ آخرت میں دوزخ کی آگ سے نجات حاصل کرلیں گے۔

اس ضمن میں یہ بھی معلوم ہوا کہ اولاد کی عمدہ تربیت ماں، باپ دونوں پر عائد ہوتی ہے۔ ارشادِ نبوی ہے کہ: ''اچھی تعلیم وتربیت سے زیادہ ایک باپ کا اپنی اولاد کے لیے کوئی عطیہ نہیں۔ اور والدہ کی گود اولاد کی پہلی اور بہترین درس گاہ ہے۔'' جہاں انسان کی سیرت سنورتی ہے، کیونکہ بچے کا سب سے زیادہ رابطہ ماں کے ساتھ ہوتا ہے، اور وہ ماں سے اس کے ماحول کا اثر قبول کرتا ہے، لہٰذا والدین پر فرض ہے کہ وہ خود بھی علم حاصل کریں اور اپنی اولاد کو بھی دولت علم سے آراستہ کریں، ابتدا ہی سے ان کی تعلیم پر خصوصی توجہ دیں، اسلام میں علم دین کو بڑی اہمیت دی گئی ہے، جیسا کہ آقا علیہ الصلاۃ والسلام کے اس عمل سے ظاہر ہے کہ قیدیوں کا فدیہ مقرر کرتے ہوئے آپ نے ارشاد فرمایا کہ: ''جو قیدی پڑھے لکھے ہیں اور فدیہ دینے پر قادر نہیں ہیں وہ مسلمانوں کے بچوں کو پڑھنا لکھنا سکھادیں تو انھیں آزاد کردیا جائے گا۔''

یہاں یہ مت سمجھ لینا کہ ہم دنیاوی تعلیم کے خلاف ہیں، بلکہ دنیاوی تعلیم بھی سکھاؤ لیکن فقط اسی پر اکتفا نہ کرو، بلکہ پہلے دینی علوم سے بچوں کو آراستہ کراؤ اور انھیں گناہوں سے کوسوں دور رہنے کی تلقین کرو، انھیں اعمالِ حسنہ کی ترغیب دلاؤ تا کہ بچوں کے ذہن میں بچپن ہی سے شریعت کی پیروی کا جذبہ پیدا ہو، دینی مسائل سیکھنے، سنّت کے موافق رہنے سہنے، کھانے پینے اور بات چیت کے آداب اور بڑوں کے ادب واحترام کا جذبہ پیدا ہو۔

کیونکہ اگر بچے، بچیوں کی دینی تربیت سے آپ نے منہ چُرایا اور انھوں نے آوارگی، بدکرداری، چوری، جُوا بازی اور شراب نوشی کو اپنا لیا تو وہ تو اپنے گناہوں کے سبب جہنم کی آگ میں جلائے ہی جائیں گے مگر آپ سے بھی مواخذہ ہوگا۔ قیامت کے دن مرد اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کھڑا کیا جائے گا، اس کی بیوی اور اولاد اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شکایت کرتے ہوئے عرض کریں گے: ''اے ہمارے رب! اس مرد سے ہمارے حق کے بارے میں مواخذہ فرما، کیونکہ اس نے دین کی باتیں ہمیں نہ سکھلائیں۔'' بندہ اس وقت سخت پریشان ہوگا اور اس سے کچھ جواب نہ بن سکے گا، اس لیے قیامت کی رسوائیوں سے بچنے کی فکر کریں اور اپنی اولاد کی اسلامی تربیت کرتے ہوئے انھیں جہنم کی آگ سے بچائیں۔

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

لڑکیوں کی تربیت باعثِ آزادی جہنم ہے

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ و نسلم عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِی الْقُرْبٰی ط(پ:۵) صَدَقَ اللّٰہُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ

حصولِ برکت کے لیے ایک مرتبہ درود شریف پڑھ لیجیے۔

رفیقانِ ملت! آج کی اس تقریب میں میری تقریر کا عنوان ہے ’’لڑکیوں کی تربیت باعثِ آزادی جہنم ہے‘‘ رفیقانِ گرامی! آج عموماً یہ دیکھا جاتا ہے کہ بچیوں کی ولادت پر لوگ بجائے مسرّت کے افسوس کرنے لگتے ہیں۔ اگر گھر میں بچی کی ولادت ہوتی ہے تو چہروں پر خوشی نظر نہیں آتی بلکہ اداسی اور افسردگی دکھائی دیتی ہے۔ حالانکہ یہ اسلامی نظریات کے سراسر خلاف ہے۔ اولاد خواہ بچوں کی صورت میں ہو یا بچیوں کی صورت میں بہر حال اللہ عزّ وجل کی طرف سے ایک عظیم تحفہ ہے، تو جس طرح بچوں کی ولادت پر خوشیاں منائی جاتی ہیں؛ اُسی طرح ایک مسلمان کو چاہیے کہ لڑکیوں کی پیدائش پر بھی خوشیاں منائے۔ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ابن ماجہ شریف ہے: ’’مَنْ کَانَ لَہٗ ثَلَاثُ بَنَاتٍ فَصَبَرَ عَلَیْھِنَّ وَاَطْعَمَھُنَّ وَسَقَاھُنَّ وَ کَسَاھُنَّ مِنْ جِدَّتِہٖ کُنَّ لَہٗ حِجَابًا مِّنَ النَّارِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ‘‘ جس کے پاس تین لڑکیاں ہوں اور وہ اُن پر صبر کرے اور اپنی محبت سے اُنہیں کھلائے پلائے اور پہنائے تو بروز قیامت اس کے لیے وہ لڑکیاں جہنم سے آزادی کی باعث ہوں گی۔‘‘..... یوں ہی مجمع الزوائد میں ایک دوسری روایت ہے کہ: ’’جس کے پاس تین لڑکیاں ہوں اور وہ اُنھیں پناہ دے، اُن کی کفالت کرے اور اُن پر رحم کرے تو اُس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے،‘‘ اس پر ایک صحابی رسول نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! اگر کسی کو صرف دو ہی لڑکیاں ہوں تو اس کے لیے کیا حکم ہے؟ تو آقا علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ: ’’ہاں اگر دو ہوں تب بھی ایسا ہی ہے۔‘‘ یعنی اُس کے لیے بھی جنت واجب ہے۔

لیکن افسوس! آج مسلمان اِن عظیم بشارتوں سے غافل ہیں اور لڑکیوں کی پیدائش کو باعثِ

مشقت سمجھا جارہا ہے، اُنھیں مصیبت و پریشانی کی طرح دیکھا جارہا ہے، عزیزانِ محترم! لڑکیوں کے بارے میں یہ تصورات تو اُن کی شادی سے پہلے تک ہوتے ہیں اور پھر جب شادی کردی جاتی ہے تو ایسا لگتا ہے کہ اب والدین میں اور لڑکی میں کوئی رشتہ ہی نہیں رہا، خدانخواستہ اگر لڑکی کے ساتھ کوئی حادثہ پیش آجائے اور اُسے شوہر کا گھر چھوڑنا پڑے تو ایسا لگتا ہے کہ والدین کے گھر کا دروازہ اُس کے لیے بند ہوچکا ہے۔ کیونکہ کئی والدین لڑکیوں کی شادی کے بعد اُن کے ساتھ محبت واُلفت ترک کردیتے ہیں، حالانکہ یہ اسلامی تعلیمات کے بالکل خلاف ہے۔ ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سراقہ بن جعشم سے فرمایا: ’’اَلَا اَدُلُّكَ عَلٰى اَعْظَمِ الصَّدَقَةِ؟ قال: بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم، قال: اِبْنَتُكَ مَرْدُوْدَةٌ اِلَيْكَ‘‘ (مسند احمد)؛ کیا میں تمھیں سب سے عظیم صدقہ کی خبر نہ دے دوں؟ تو انھوں نے عرض کیا: کیوں نہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ ارشاد فرمائیں۔ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمھاری وہ لڑکی جسے تمھارے پاس لوٹا دیا گیا اور تمھارے علاوہ اس کے لیے کوئی کمانے والا نہ ہو تو اس پر خرچ کرنا سب سے عظیم صدقہ ہے۔

اب مسلمانو! غور کرو کہ حضور تو یہ فرما رہے ہیں کہ اپنی مصیبت زدہ لڑکی پر خرچ کرنا عظیم صدقہ ہے۔ اور آج مسلمان خود اپنی بے سہارا لڑکیوں کو سہارا دینے سے دور بھاگتے ہوئے نظر آرہے ہیں۔ اللہ عزوجل سب مسلمانوں کو ہدایت عطا فرمائے اور اولاد خصوصاً بچیوں کے سلسلے میں محبت واُلفت سے کام لینے اور اسلامی تعلیمات کے زیرِ سایہ زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

شہادتِ امام حسین اسلام کی حفاظت کا ضامن

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ وَ نُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَلَاتَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْیَآءٌ وَّلٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ط

(پ:۲، آیت ۱۵۴) صَدَقَ اللّٰہُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ

حصولِ برکت کے لیے ایک مرتبہ درود شریف پڑھ لیجیے۔

رفیقانِ بزم! میری تقریر کا عنوان ہے ’’ شہادت امام حسین اسلام کی حفاظت کا ضامن‘‘ ایک ایسے دور میں جب کہ لوگ اپنی ماں، بہنوں اور بیٹیوں سے نکاح کر رہے تھے، شرابیں پی جارہی تھیں اور دیگر منہیات شرعیہ کا اعلانیہ ارتکاب کیا جارہا تھا، لوگوں نے نمازیں ترک کردیں تھیں۔ وہ یزید جس کی بدکاریاں اور بیہودگیاں انتہا کو پہنچ چکی تھیں، جو اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر اسلام کے چہرے پر پڑی نورانی چادر کو نوچ ڈالنا چاہتا تھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات اور ارشادات کو بدل دینا چاہتا تھا، اسلام کی جڑوں کو کھوکھلا کردینے کے درپے تھا، ایسے میں ضرورت تھی اس کی؛ جو اسلام کی تعلیمات کا محافظ ہوتا، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کی آبیاری کرتا اور ظلم کے خلاف آواز بلند کرتے ہوئے سینہ سپر ہوجاتا۔

چنانچہ حضرت امام حسین اور ان کے مبارک خاندان والے اور اُن کے جاں نثار ساتھیوں نے یزید کے ظلم کے خلاف آواز بلند کر کے اس کے طوفانِ بدتمیزی پر اس طرح بند باندھ دیا کہ باطل کا ساز ہمیشہ کے لیے بند ہوگیا۔ یزیدی دنیا سے اُٹھ گئے، آج کوئی بھی ادب وتعظیم سے اُن کا نام تک لینا گوارا نہیں کرتا، مگر حضرت امام حسین اور ان کے مبارک جاں نثار قیامت تک تاریخ کی انگوٹھی پر نگینے کے طرح جڑے رہیں گے، ان کے اسمائے مبارکہ عقیدتوں کی پلکوں پر سجائے جاتے رہیں گے، مگر یزیدیوں پر قیامت تک اللہ کی، اُس کے فرشتوں کی اور لوگوں کی پھٹکار پڑتی رہے گی۔

عزیزانِ گرامی! واقعۂ کربلا صرف ایک واقعہ نہیں بلکہ ایک پیغام ہے، ایک فکر ہے ایک نظریہ ہے، ایک فلسفہ ہے، یادرکھیں حق وباطل کی یہ جنگ جو ۶۲ ھ میں لڑی گئی تھی یہ اسلام کے تحفظ ودفاع کی جنگ تھی۔ اسلام کے دشمنوں کی ہمتوں کو توڑنے اور حق کو ثابت کرنے کی جنگ تھی۔ اس جنگ نے یہ ثابت کردیا کہ جنگیں اقتدار کے حصول کے لیے نہیں لڑی جاتیں بلکہ اعلائے کلمۃ الحق

کے لیےلڑی جاتی ہیں، ظلم کے خاتمے اور امن وامان کے نفاذ کے لیےلڑی جاتی ہیں، بُرائیوں کے منہ پر لگام لگانے اور خبیث ارادوں کو ناکام بنانے کے لیےلڑی جاتی ہیں۔

امام عالی مقام نے وقت کے فرعون کے خلاف آواز بلند کرکے دنیا والوں کو یہ پیغام دے دیا کہ دنیا والو! سن لو، اقتدار کے حصول کے لیے جنگ کرنا بے وقوفی ہے، بلکہ اصل جنگ تو اسلام کی سربلندی کے لیے ہوتی ہے، لٰہذا جب بھی دیکھنا کہ دشمنوں میں دین پھنسا ہوا ہے تو اپنی اور اپنے اعزا واقربا کی قربانی دے کر دین بچالینا، ہمیشہ کے لیے امر ہوجاؤ گے۔

مسلمانو! ذرا تصور کرو، اگر امام عالی مقام کی شہادت کا واقعہ پیش نہ آیا ہوتا، تو کیا اسلام آج موجودہ شکل میں ہمارے سامنے ہوتا؟ اگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پیارے نواسے اپنے نانا کے دین کے تحفظ میں بروقت سامنے نہ آتے تو کیا یزیدی مذہب اسلام کو خرد برد سے محفوظ رکھتے؟ اگر حضرت امام حسین اور ان کے جاں نثار اپنی جانوں کا نذرانہ پیش نہ کرتے تو کیا اسلام کا چشمۂ صافی گدلے پانی سے محفوظ رہ پاتا؟ جس کو تاریخ سے ادنیٰ واقفیت ہوگی وہ ان سوالوں کا جواب نفی میں دے گا۔

عزیزانِ ملّت اسلامیہ! حضرت امام حسین کی بصارت وبصیرت دیکھ رہی تھی کہ اگر اس وقت یزیدیت کے پاؤں نہ جکڑے گئے، یزیدی مزاج کو نہ بدلا گیا اور یزیدی حکومت کا شیرازہ نہ بکھیرا گیا تو پھر کشور فکر وعمل میں یزیدیت کا سکہ بآسانی چلنے لگے گا۔ اور پھر اس کی فکر کی بنیادوں کو گرانا ایک مشکل امر ثابت ہوگا۔ اس جہت سے دیکھا جائے تو خاندانِ اہل بیت کی اس قربانی نے اسلام کے لیے آبِ حیات کا کام سرانجام دیا ہے یہی آبِ حیات، اسلامی وراثت کے چشمۂ صافی میں اب تک چھلک رہا ہے اور جب تک زمانے کی پلک جھپک نہیں جاتی اس کی لہریں مومنوں کے قلوب میں جاری رہیں گی۔

عزیزانِ ملت! آج پھر سے ظلم نے سر اُٹھایا ہے، پھر ہنگامے بپا ہیں، مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی جارہی ہے، چھوٹے چھوٹے بچوں اور عورتوں کے سر کچلے جارہے ہیں۔ ارضِ فلسطین میں اپنی ہی سرزمین پر مسلمانوں کو بے گھر کیا جارہا ہے، ایسے میں ضرورت ہے حسینی کردار کو زندہ کرنے کی، پھر ضرورت ہے حسینی پیغامات کو نشر کرنے کی، لٰہذا حسین کے دیوانو! صرف حسین کے نام کا نعرہ لگانے سے کچھ نہیں ہونے والا، بلکہ حسینی کردار کو اپنانا ہوگا، کامیابی کے لیے رجوع الی اللہ کرنا ہوگا، صدق دل سے توبہ کرنی ہوگی، بزدلی اور خوف سینوں سے نکال کر میدانِ عمل میں آنا ہوگا۔ یہی حسینی پیغام ہے، پھر ان شاء اللہ تعالیٰ کامیابیاں ہمارے قدم چومیں گی۔ وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

مقام سیدنا غوث پاک رضی اللہ عنہ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ و نسلم عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْہِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ط (پ:١١) صَدَقَ اللّٰہُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ

حصولِ برکت کے لیے ایک مرتبہ درود شریف پڑھ لیجیے۔ رفیقانِ ملت! آج کی اس بزم میں میری تقریر کا عنوان ہے ''مقام سیدنا غوث پاک رضی اللہ عنہ'' رفیقانِ گرامی! سیدنا غوث پاک رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے وہبی ولایت سے نوازا تھا یعنی آپ شکم مادر ہی سے ولی صفت پیدا ہوئے تھے۔ مقام غوثیت سے عروج کر کے آپ مقام محبوبیت پر فائز تھے۔ بلاشبہہ آپ آیۃ من آیات اللہ اور معجزۃ من معجزات رسول اللہ تھے۔ ایک ایسا وجود مسعود جو قطبوں کا قطب، غوثوں کا غوث جو کل ولیوں کا سردار ہے، اس کی عظمتِ شان اور رفعتِ مکان سمجھ میں نہیں آتا کہ کیسے بیان کیا جائے۔

عزیزانِ محترم! سیدنا غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ دنیا کے تمام اولیا کے سردار ہیں، اور ولایت کے اُس مقام پر فائز ہیں جہاں تک کسی اور کی رسائی نہ ہوسکی۔ آپ کے مقام و مرتبہ کو دیکھتے ہوئے اعلیٰ حضرت نے دل چھوتے انداز میں بیان کیا ہے کہ ؎

واہ! کیا مرتبہ اے غوث ہے بالا تیرا — اونچے اونچوں کے سروں سے قدم اعلیٰ تیرا

سارے اقطاب جہاں کرتے ہیں کعبے کا طواف — کعبہ کرتا ہے طوافِ درِ والا تیرا

رفیقانِ بزم! غور فرمائیں کہ صدیاں گزر چکی مگر آج بھی بغداد والے پیر کا آفتابِ ولایت اپنے جاہ و جلال کے ساتھ چمک رہا ہے اور یوں ہی ہمیشہ چمکتا رہے گا۔ کل بھی وہ مشکل کشائی کر رہے تھے اور آج بھی حاجت روائی فرما رہے ہیں؛ اور صبح قیامت تک اُن کا ابر کرم برستا رہے گا۔ دنیا کا کوئی سخی اُس طرح کیا سخاوت کرے گا جس طرح سیدنا غوث پاک رضی اللہ عنہ عالم برزخ سے اپنا دریائے کرم بہا رہے ہیں۔ اور یہ کیوں نہ ہو دوستو! کہ آپ صاحبِ قدمِ مصطفیٰ ہیں، کہ جس طرح تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم الانبیاء والمرسلین بن کر آئے اور صبح قیامت تک آپ کی نبوت و رسالت کا سکہ چلے گا، اُسی طرح سیدنا غوثِ پاک رضی اللہ عنہ امام الاولیاء بن کر آئے اور صبح قیامت تک

آپ کی ولایت کا ڈنکا بجتا رہے گا۔ اِسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں ۔

ورفعنا لک ذکرک کا ہے سایہ تجھ پر بول بالا ہے تیرا، ذکر ہے اونچا تیرا

حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ اپنی شان اور مرتبہ خود ہی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں ''زبدۃ الآثار'' میں ہے: اَلْاِنْسُ لَهُمْ مَشَائِخ، وَالْجِنُّ لَهُمْ مَشَائِخ، وَالْمَلٰٓئِكَةُ لَهُمْ مَشَائِخ، وَاَنَا شَيْخُ الْكُل، ''یعنی انسانوں کے بھی پیر ہوتے ہیں، جنوں کے بھی پیر ہوتے ہیں، فرشتوں کے بھی پیر ہوتے ہیں، اور مجھ پر اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کا یہ حال ہے کہ میں بیک وقت انسانوں کا بھی پیر ہوں، جنوں کا بھی پیر ہوں اور فرشتوں کا بھی پیر ہوں، یعنی سارے پیروں کا پیر، پیرانِ پیر ہوں۔''

عزیزانِ محترم! آپ کے خلفا اور خدّام کہتے ہیں کہ حضور شیخ عبدالقادر جیلانی کروٹ بدلتے تو کرامت ظاہر ہوجاتی تھی، کچھ نقل وحرکت فرماتے تو کرامت کا ظہور ہوجایا کرتا تھا، گویا اللہ ربّ العزت نے آپ کے وجودِ مسعود کو سراپا کرامت بنا دیا تھا، حاضرین مجلس! سیرت کی کتابوں میں آپ نے پڑھا ہوگا اور قرآن بھی گواہی دیتا ہے کہ ابھی نبی کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا میں تشریف نہیں لائے تھے مگر آپ کی آمد آمد کی دھومیں مچی تھیں، اسی طرح جب آپ آلِ رسول سیدنا غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت کا مطالعہ کریں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ ابھی آپ کی ولادت نہیں ہوئی تھی مگر آپ کے آنے کی دھومیں مچی ہوئی تھیں، خود تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کے والد ماجد کے خواب میں تشریف لاکر مبارکباد دیتے ہوئے فرمایا، ''تفریح الخاطر'' کے اندر ہے کہ: ''اے ابو صالح! تمہیں مبارک ہو، عنقریب تمہیں میرا رب ایک ایسا سعادت مند بیٹا عطا فرمائے گا جو میرا بھی دوست اور میرے رب کا بھی دوست ہوگا، میرا بھی محبوب اور میرے رب کا بھی محبوب ہوگا، اور عنقریب اولیاء اور اقطاب کے درمیان اسے وہ مرتبہ دیا جائے گا جس طرح کا مقام ومرتبہ اللہ ربّ العزت نے نبیوں اور رسولوں کے درمیان مجھے عطا فرمایا ہے۔ اِسی کو مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی شہرۂ آفاق مثنوی کے ایک شعر میں بیان فرمایا ہے ۔

غوثِ اعظم درمیان اولیا چوں محمد درمیانِ انبیاء

یعنی اولیا اور صالحین کے درمیان حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کی شان ایسی ہی ہے جیسے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان انبیا اور مرسلین کے درمیان ہے۔ مولیٰ عزّ وجل ہم سب کو حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ سے بے پناہ محبت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

(مستفاد کتاب بنام ''مقام غوث اعظم'' از مولانا افروز چریّا کوٹی)

مخدوم پاک حیات وخدمات

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ وَ نُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ط (سورۃ: یونس، آیت:۶۲) صَدَقَ اللّٰہُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ

حصولِ برکت کے لیے ایک مرتبہ درود شریف پڑھ لیجیے۔

رفیقانِ بزم! میری تقریر کا عنوان ہے ''مخدوم پاک حیات وخدمات'' آپ بخوبی جانتے ہیں کہ سلسلۂ اشرفیہ کے بانی قطب الاقطاب، محبوب یزدانی حضرت سید مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی رضی اللہ عنہ کی ذات بابرکات کسی رسمی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔

آپ کے والد ماجد حضرت سید محمد ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ سمنان کے حاکم تھے جن کا سلسلۂ نسب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے واسطے سے مولا علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا ملتا ہے۔

رفیقانِ بزم! حضور مخدوم پاک کی ولادت باسعادت آٹھویں صدی ہجری کے اوائل میں سمنان میں ہوئی۔ جب آپ چار سال، چار ماہ اور چار دن کے ہوئے تو خاندانی روایت کے مطابق آپ کی تعلیم کا آغاز کیا گیا۔ آپ نے چودہ سال کی عمر میں تمام مروجہ علوم سے فراغت حاصل کر لی۔ اپنے والد محترم حضرت سید محمد ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کے اس دار فانی سے رحلت فرمانے کے بعد صرف سترہ سال کی عمر میں ریاستِ سمنان کے وارث بنے اور تختِ حکومت پر متمکن ہوئے، مگر چونکہ آپ کا طبعی میلان فقر و درویشی کی طرف تھا۔ اس لیے تھوڑے ہی عرصے کے بعد حضرت خضر علیہ السلام کی ترغیب سے اپنے بھائی سید محمد اعرف علیہ الرحمہ کو تختِ حکومت سپرد کر کے سلطنت سے دست بردار ہو گئے۔

عزیزانِ ملت اسلامیہ! تخت سے دستبرداری کے بعد آپ ہندوستان کی طرف چل پڑے۔ گھوڑ سوار اور پیادہ فوج کچھ دور تک آپ کے ہم رکاب تھی۔ لیکن آپ نے انھیں واپس لوٹا دیا اور تنہا سفر اختیار کیا، یہاں تک کہ راستے میں ایک ضرورت مند کو اپنا گھوڑا بھی دے دیا اور پیدل چلتے رہے، ملتان کے راستے اُچ شریف پہنچے، وہاں سید جلال الدین بخاری مخدوم جہانیاں جہاں گشت سے ملاقات ہوئی، انھوں نے فرمایا: ''ایک مدت کے بعد خوشبوے طالبِ صادق میرے دماغ

میں پہنچی ہے اور ایک زمانے کے بعد گلزارِ سیادت سے نسیمِ تازہ چلی ہے۔ فرزند! نہایت مردانہ راہ میں نکلے ہو، مبارک ہو، مبارک ہو۔''

حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت نے آپ کو مقاماتِ فقر سے بہت کچھ عطا کیا اور فرمایا کہ: ''بنگال کی طرف جلدی جایئے! برادرم علاؤالدین گنج نبات آپ کے منتظر ہیں۔'' آپ بہار شریف پہنچے اور حضرت شیخ یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ کی وصیت کے مطابق اُن کی نماز جنازہ پڑھائی اور اُنھوں نے جو تبرکات چھوڑے تھے، لے لیے، یہاں تک کہ جنت آباد پنڈوہ شریف پہنچے تو آپ کے مرشد کریم حضرت شیخ مخدوم علاؤالحق والدین گنج نبات اپنے خلفا اور مریدین کے ساتھ آپ کے استقبال کے لیے شہر سے چار کوس باہر تشریف لائے ہوئے تھے۔ حضرت مخدوم پاک کو اپنی پالکی میں سوار کر کے اپنی قیام گاہ تک لے گئے اور فرمایا: ''اے فرزند ارجمند! جس دن سے تم تارک السلطنت ہو کر گھر سے نکلے ہو ہر منزل پر میں تمہارا نگراں تھا اور ملاقاتِ ظاہری کی تمنا رکھتا تھا، الحمدللہ! کہ وہ تمنا آج مواصلت میں بدل گئی۔'' حضرت علاؤالحق پنڈوی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو بیعت فرمایا اور سلسلہ طریقت، چشتیہ نظامیہ میں داخل کرلیا اور اپنے حجرۂ خاص میں لے جا کر تنہائی میں تمام اسرار و رموز سے مالا مال کر دیا۔

عزیزانِ ملت اسلامیہ! حضور مخدوم پاک نے اللہ تعالیٰ کے فرمان ''سیروا فی الارض'' کا پورا پورا حق ادا کر دیا۔ مختلف ممالک کا سفر کرتے رہے، اور لوگوں کو صراط مستقیم دکھاتے رہے، تبلیغِ دین اور اصلاحِ اُمّت کا فریضہ آپ نے بطریق احسن ادا کیا۔ آخر کار اُتر پردیش کے ضلع فیض آباد میں کچھوچھہ شریف میں آ کر مقیم ہوگئے۔ اور پھر مخلوقِ خدا کو آلائشوں سے پاک کرنے کے کام میں مصروف ہوگئے۔ کتنے گم گشتگانِ راہ کو توحید کی دولت سے مالا مال کر دیا، کتنے بھٹکے ہوئے دلوں کو یاد الٰہی کا گنجینہ بنا دیا، یہ سچ ہے کہ جس زمین پر اہل حق کے قدم پہنچتے ہیں وہاں سے کفر و شرک کی تاریکیاں دور ہو جاتی ہیں، دلوں میں ایمان بس جاتا ہے، وادیاں نورِ ایمان سے جل تھل ہو جاتی ہیں۔ حضور مخدوم پاک دعوت و تبلیغ کا فریضہ مسلسل انجام دیتے رہے آخر کار وہ خطہ علم و فن اور عشق و عرفان کا گہوارہ بن گیا۔ لوگ زنگ آلود دلوں کے ساتھ آتے اور خوشبوے ایمان سے معمور ہو کر واپس ہوتے۔ تب سے لے کر اب تک حضور سید مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دربارِ پاک مرجع خلائق بنا ہوا ہے۔ مولیٰ عزوجل ان کے فیوض و برکات سے ہم سب کو مالا مال فرمائے۔ آمین! بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم (ماخوذ از لطائف اشرفی) وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

عشق حبیب خدا اور امام احمد رضا

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ و نسلم عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قُلْ اِنْ کَانَ اٰبَآؤُکُمْ وَ اَبْنَآؤُکُمْ وَ اِخْوَانُکُمْ وَ اَزْوَاجُکُمْ وَ عَشِیْرَتُکُمْ وَ اَمْوَالُ اقْتَرَفْتُمُوْھَا وَ تِجَارَۃٌ تَخْشَوْنَ کَسَادَھَا وَ مَسٰکِنُ تَرْضَوْنَھَآ اَحَبَّ اِلَیْکُمْ مِّنَ اللہِ وَ رَسُوْلِہٖ وَ جِھَادٍ فِیْ سَبِیْلِہٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰی یَاْتِیَ اللہُ بِاَمْرِہٖ ط وَاللہُ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ (پ:۱۰، سورۃ التوبۃ-۹) صَدَقَ اللہُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ

حصولِ برکت کے لیے ایک مرتبہ درود شریف پڑھ لیجیے۔

رفیقانِ ملت! آج کی اس پُروقار تقریب میں میری تقریر کا عنوان ہے ''عشق حبیب خدا اور امام احمد رضا'' رفیقانِ گرامی! امام عشق و محبت سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذات ستودہ صفات، محبت رسول اور عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے سنگ میل کا درجہ رکھتی ہے، آپ ظاہری و باطنی فضل و کمال کے ساتھ ساتھ بے شمار علوم و فنون کے ایسے ماہر ہیں کہ عرب و عجم، حل و حرم کے بڑے بڑے علما و فضلا سرِ نیاز خم کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ آپ کے فلسفیانہ علمی دبدبہ سے ایشیا کے اونچے اونچے فلاسفہ، مناطقہ اور سائنس داں لرزتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ لیکن ان تمام علمی دبدبوں اور فضل و کمال کے ساتھ ساتھ اللہ رب العزت نے آپ کو عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نعمت لازوال سے ایسا مالا مال فرمایا ہے کہ جو بھی رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے آپ کی عقیدت و محبت کو دیکھتا ہے، وہ بھی عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے شاد کام نظر آتا ہے، اسی خصوصیت نے آپ کو اوجِ ثریا کی بلندیوں تک پہنچا دیا، یہاں تک کہ آپ مسلمانانِ عالم کے دلوں کی دھڑکن بن گئے۔ اور سبھوں کی زبان پر یہ کلمات جاری ہو گئے کہ؎

ڈال دی قلب میں عظمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم — سیدی اعلیٰ حضرت پہ لاکھوں سلام

اور ساتھ ہی ساتھ یہ نعرہ بھی زبانِ زدِ عام و خاص ہو گیا ''عشق و محبت، اعلیٰ

حضرت اعلیٰ حضرت‘‘

عزیزو! جانتے چلو کہ امام عشق ومحبت کی نگاہ میں عشق رسالت کا جو مقام ومرتبہ ہے اُسے خود ہی بیان فرماتے ہیں ؎

جان ہے عشق مصطفیٰ روز فزوں کرے خدا　　　جس کو ہو درد کا مزہ نازِ دوا اُٹھائے کیوں

یعنی آقائے دوعالم ﷺ کی محبت پر ہماری ایک جان نہیں بلکہ ہزاروں جانیں قربان ہوجائیں اور اے مولا! تو اِس قربانی میں برکتوں کا نزول فرما، اور سنو! رہا اُن کی محبت میں رونا اور آنسو بہانا تو یہ ایسا درد ہے کہ ہم جس کی دوا ہی نہیں چاہتے۔ کیوں کہ جس کو اس درد میں مزہ آگیا وہ علاج ومعالجہ کی ناز برداریوں سے رہا ہوگیا۔ ع جس کو ہو درد کا مزہ نازِ دوا اُٹھائے کیوں

ایک مقام پر اعلیٰ حضرت نے اپنا حال بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: اگر میرے قلب کے دو ٹکڑے کیے جائیں تو خدا کی قسم تم ایک پر لا الہ الا اللہ اور دوسرے پر محمد رسول اللہ لکھا ہوا پاؤ گے۔ دوستو! یہ بات اظہر من الشّمس ہے کہ جب انسان کسی سے محبت کرتا ہے تو نہ صرف اُس کی ذات سے بلکہ اُس کی تعلیمات اور ہر ہر بات سے محبت کرنے لگتا ہے۔ تو چونکہ امام اہلسنّت نے امام الانبیاء ﷺ سے محبت فرمائی ہے تو ذرا اُس کا اندازہ ملاحظہ کریں کہ اعلیٰ حضرت کا پیدائشی نام ’محمد‘ ہے۔ آپ کو آپ کی والدہ محمد میاں کہہ کر پکارتی تھیں۔ اور والد ماجد اور دوسرے رشتہ دار آپ کو احمد میاں کے نام سے پکارتے تھے۔ اور آپ کے دادا جان نے آپ کا نام احمد رضا خان رکھا۔ اور آپ کا تاریخی نام ’المختار‘ ہے لیکن اعلیٰ حضرت نے ساری زندگی اپنے نام سے پہلے عبد مصطفیٰ کا التزام فرمایا، فتاویٰ پر جو مہر ثبت کی جاتی تھی اُس پر یہ عبارت لکھی ہوئی ہوتی ’’عبد المصطفیٰ احمد رضا خان محمدی سُنّی حنفی قادری‘‘ فتاویٰ رضویہ کی پُرانی جلدوں میں اِسے دیکھ سکتے ہیں۔ اور اِس نام پر دنیا اور آخرت کے حوالے سے آپ کو ایسا کامل بھروسہ تھا کہ خود ہی ارشاد فرماتے ہیں ؎

خوف نہ رکھ رضاؔ ذرا تو تو ہے عبد مصطفیٰ　　　تیرے لیے امان ہے، تیرے لیے امان ہے

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

☆☆☆

حُسام الحرمین اور تائیدات

نَحۡمَدُهٗ وَنُصَلِّیۡ وَ نُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوۡلِهِ الۡکَرِیۡمِ اَمَّا بَعۡدُ فَاَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَقُلۡ جَآءَ الۡحَقُّ وَزَهَقَ الۡبَاطِلُ ؕ اِنَّ الۡبَاطِلَ کَانَ زَهُوۡقًا (سورہ بنی اسرائیل: آیت ۸۱)

صَدَقَ اللّٰهُ الۡعَلِیُّ الۡعَظِیۡمُ

حصولِ برکت کے لیے ایک مرتبہ درود شریف پڑھ لیجیے۔

رفیقانِ بزم! ایک ایسے زمانے میں جب مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کیا اور ڈھیر سارے کفریہ اقوال کہے۔ جب مولوی امیر حسن، مولوی امیر احمد، اور غیر مقلد میاں نذیر احمد دہلوی نے دعویٰ کیا کہ ہماری زمین کے علاوہ دیگر چھ طبقاتِ زمین میں بھی انبیا ہیں جو حضور ﷺ کی طرح اپنی اپنی زمین میں خاتم النبیین ہیں۔ بلکہ تمام صفات کمالیہ میں حضور اقدس ﷺ کے شریک ہیں، معاذ اللہ، اس طرح ان مولویوں نے حضور کے آخری نبی ہونے کا انکار کیا۔

جب قاسم نانوتوی نے اپنی کتاب 'تحذیر الناس' میں لکھا کہ: ''عوام کے خیال میں تو رسول اللہ ﷺ کا خاتم ہونا بایں معنیٰ ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاے سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں۔ مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔''..... اس عبارت سے بھی نانوتوی نے حضور ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کا انکار کیا۔

جب خلیل انبیٹھوی نے اپنی کتاب 'براہین قاطعہ' میں شیطان کے علم کو حضور کے علم سے زیادہ بتا کر کھلی ہوئی گستاخی کی۔

جب اشرف علی تھانوی نے اپنی کتاب 'حفظ الایمان' میں حضور کے علم غیب کے متعلق لکھا کہ: ''ایسا علم غیب تو زید، عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے۔'' معاذ اللہ!

یعنی جب ان لوگوں نے ایسی عبارتیں اپنی کتابوں میں لکھیں اور چھاپیں جو ضروریات دین کے انکار پر مشتمل تھیں اور کفری معنیٰ میں بالکل صریح تھیں، تاویل کی کوئی گنجائش ہی نہیں تھی، تو مجدّدِ دین وملّت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان لوگوں کے بارے میں شریعت کا حکم بیان فرمایا اور ان پر اور ان کے ہم عقیدہ لوگوں پر کفر و ارتداد کا فتویٰ دیا۔ جو آپ کا فرض منصبی تھا، اور اہل اسلام کے ایمان کی حفاظت کا تقاضا تھا۔ آپ نے جو فتویٰ دیا تھا اُس کے الفاظ یہ ہیں: ھؤلاء

الطَّوائِفُ كلُّها مُرتَدُّونَ خارِجُونَ عَنِ الإِسْلَامِ بِإِجْمَاعِ الْمُسْلِمِين، وَقَدْ قَالَ فِى الْبِزَّازِيَة، وَالدُّرَر، وَالْغُرَر، وَالْفَتَاوٰى الْخَيْرِيَّة، وَمَجْمَعِ الْأَنْهُرِ وَالدُّرِّ الْمُخْتَارِ وَغَيْرِهَا مِنْ مُعْتَمَدَاتِ الأَسْفَارِ فِى مِثْلِ هٰؤُلَاءِ الْكُفَّارِ مَنْ شَكَّ فِى كُفْرِهٖ وَعَذَابِهٖ فَقَدْ كَفَر

''یہ طائفے (یعنی قادیانی، مولوی امیر حسن و امیر احمد، میاں نذیر حسین دہلوی، مولوی نانوتوی، مولوی گنگوہی، مولوی انبیٹھوی، مولوی تھانوی اوران کے ہم عقیدہ چیلے) سب کافر و مرتد ہیں۔ باتفاق امت خارج عن الاسلام ہیں۔ اور بے شک بزازیہ، درر، غرر، فتاویٰ خیریہ، مجمع الانہر اور درمختار وغیرہ معتبر کتابوں میں ایسے کافروں کے حق میں فرمایا کہ جو شخص ان کے کفری عقائد سے آگاہ ہو کر ان کے کافر ہونے اور عذاب پانے میں شک کرے تو وہ بھی کافر ہے۔''

عزیزانِ ملّت اسلامیہ! یہ فتویٰ ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ میں تصدیق کے لیے جب علمائے حرمین شریفین کی بارگاہوں میں پیش کیا گیا تو اس وقت کے ۳۳؍جلیل القدر علمائے ذوی الاحترام نے اس فتویٰ کو حرف بہ حرف درست قرار دیا اور اپنی زوردار تصدیقات بھی ثبت فرمادیں اور اعلیٰ حضرت کو عظیم و جلیل القابات سے نوازا، اور آپ کے حق میں دعائیں فرمائیں۔ اُن کی تصدیقاتِ جلیلہ کے مجموعے کا تاریخی نام ''حُسام الحرمین علیٰ منحر الکفر والمین'' ہے۔ یعنی کفر اور جھوٹ کے گلے پر حرمین شریفین کی شمشیر براں۔ عزیزانِ ملّت! اس کے علاوہ غیر منقسم ہندوستان کے ۲۶۸؍علمائے کرام و مفتیانِ عظام نے بھی ''حُسام الحرمین'' کی تصدیق فرمائی اور اُس میں بیان کردہ احکام شریعہ سے اتفاق کیا۔ ان علمائے کرام کی تصدیقات کے مجموعے کا نام ''الصوارم الہندیہ'' ہے، جس کو مناظر اسلام شیر بیشۂ اہل سنّت حضرت علامہ حشمت علی خان پیلی بھیتی رحمۃ اللہ علیہ نے مرتب فرمایا۔

موجودہ زمانے میں ''حسام الحرمین'' حق و باطل کے درمیان حدِ فاصل کا درجہ رکھتی ہے، جو اس کتاب کی تائید و توثیق کرے سمجھ جاؤ کہ وہ خوش عقیدہ ہے اور جو شخص اس پر نظر ثانی کی بات کرے خواہ وہ کوئی رامپوری ہو یا سید سراواں والا، خواہ وہ جیسی بھی سند پیش کریں، وہ جو کچھ ہوں مگر اہلِ سنّت سے نہیں ہو سکتے... علمائے عرب و عجم جن کی تعداد ۳۰۱؍ ہے انھوں نے تو اس فتوے پر تائیدی دستخط کیے اور مہریں لگائیں، وہ ایسے علمائے کرام تھے جو اسلامی علوم و فنون، خصوصاً قضا و افتاء اور علم اصول و کلام کے ماہر تھے۔ جن کی مثالیں آج نہیں مل سکتیں۔ لیکن آج چند زرخرید حضرات نے حُسام الحرمین پر نظر ثانی کی باتیں کی ہیں۔ یہ اُن کی تنگ نظری اور کم فہمی کہلائے گی، اللہ تعالیٰ اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صدقے و طفیل ہمیں صراط مستقیم پر گامزن رکھے، ایمان کے ان رہزنوں کے مکر و فریب سے محفوظ رکھے۔ حق کہنے حق سننے اور حق پر عمل کرنے کی توفیق بخشے، آمین وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغ

تاج الشریعہ ایک ہمہ گیر شخصیت

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ و نسلم عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ○ (پ-۱۱، ع ۳) صَدَقَ اللّٰهُ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ

حصولِ برکت کے لیے ایک مرتبہ درود شریف پڑھ لیجیے۔

رفیقانِ ملت! آج کی اس بزم میں میری تقریر کا عنوان ہے ''تاج الشریعہ ایک ہمہ گیر شخصیت''

رفیقانِ گرامی! یہ بات مسلمات میں سے ہے کہ جو شخصیتیں عنداللہ مقبول ہوتی ہیں وہ جملہ جہات سے آفاقی اور عبقری ہوتی ہیں۔ جس زاویے سے بھی انھیں دیکھیے وہ کامل و اکمل نظر آتی ہیں، اللہ تعالیٰ انھیں اپنے حفظ و امان میں رکھ کر اُن سے نقائص و عیوب کو دور فرما دیتا ہے۔ مگر ایسی شخصیتیں روزانہ عالم وجود میں نہیں آتیں۔ بلکہ ایک لمبے عرصے کے بعد وجود میں آتی ہیں اور عشق و عرفان کا سورج بن کر اہلِ زمانہ کو جلا بخشتی ہیں، مردہ دلوں کو زندگی کا جام پلاتی ہوئی، گرتوں کو سنبھالتی ہوئی اور ساکنان عالم کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا سبق پڑھاتی ہوئی، اُن کے درمیان اپنے نہ مٹنے والے انمول نقوش چھوڑ کر دُنیا سے رُخصت ہو جاتی ہیں۔ اور پھر اہل دُنیا اُن کے تابندہ نقوش کو چومتے رہتے ہیں اور اپنے لیے دارین کا سامان کرتے رہتے ہیں۔

ان ہی شُہرۂ آفاق شخصیتوں میں ضیاء العلماء والمسلمین، قاضی القضاۃ فی الہند، مرشدِ دینِ برحق، وارثِ علومِ اعلیٰ حضرت، جانشین تاج دارِ اہلسنّت، فخر ازہر مفتی محمد اختر رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان المعروف بہ تاج الشریعہ کی ذاتِ بابرکات ہے۔ آپ نیک صفت، پاکیزہ خصلت، علم و فضل، فقہ و فتاویٰ کے بہت ہی ارفع و اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ آپ کی ہمہ جہت پھیلی ہوئی تابانی سے نہ جانے کتنے گمراہ، بدمذہب، نادم و تائب ہو کر صحیح معنوں میں سُنّی صحیح العقیدہ رہ کر زندگی گزارنے کی سعادت سے بہرہ ور ہوتے رہے۔

عزیزانِ ملّت! تاج الشریعہ جہاں اپنی حیات ظاہری میں کروڑوں لوگوں کے لیے ہادی و مرشد تھے، وہیں آج بھی اہلسنّت و جماعت کے بے شمار حضرات آپ کی روحانیت سے بھی معمور ہیں، اور آپ کی دینی خدمات اور تحریر کردہ کتب و رسائل سے فیض حاصل کر رہے ہیں۔ جہاں ایک طرف آپ فقہ و افتا میں یکتائے روزگار نظر آتے ہیں وہیں علوم حدیث و تفسیر اور کلام و معانی میں بھی بے نظیر و بے مثیل دکھائی پڑتے ہیں، آپ نے مختلف موضوعات پر مختلف زبانوں میں تراجم و حواشی کے علاوہ تقریباً ۴۰؍ کتابیں تصنیف فرمائیں۔ جو آپ کے علمی استحضار اور وفورِ معلومات کی اعلیٰ دلیل ہیں۔ جنہیں دیکھ کر دنیائے علم و فن انگشت بدنداں ہے، آپ نے جس بھی مسئلے پر قلم اُٹھایا تو اُسے عرشِ تحقیق تک پہنچا دیا تو دنیا پُکار اُٹھی۔

منبع علم و ہدایت ہیں امام اختر رضا　　　مظہر فیض و کرامت ہیں امام اختر رضا

عزیزانِ ملّت اسلامیہ! آپ کے شروح وحواشی اور تراجم سے ظاہر ہوتا ہے کہ تاج الشریعہ کا مبلغ علمی درجۂ کمال کو پہنچا ہوا تھا۔ اہل خرد پر یہ مخفی نہیں ہے کہ اُردو زبان میں تصنیف و تالیف قدرے آسان ہے لیکن عربی زبان میں یہ کام مشکل تر ہے مگر تاج الشریعہ نے یہ کام بھی بدرجۂ اتم اتنے حسین پیرائے میں انجام دیا ہے کہ عرب وعجم کے ذی وقار علمائے کرام آپ کی علمی وفقہی خدمات و کمالات کے دل سے معترف ہیں۔ دنیا جانتی ہے کہ تاج الشریعہ نے جس میدان میں بھی قدم رکھا اُسے خوبی کے ساتھ انتہا تک پہنچا دیا، علم و فضل کے اس سمندر نے جس جانب بھی توجہ کی اُسے غیر معمولی تقویت عطا فرمادی، جس فن کو بھی ہاتھ لگایا اُس میں کئی ابواب کا اضافہ فرمادیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ ذہانت اور مضبوط قوتِ حافظہ عطا فرمائی تھی کہ جس بات کو ایک بار مطالعہ فرمالیتے وہ ہمیشہ کے لیے ذہن کے خانوں میں محفوظ ہوجاتی، یہی وجہ ہے کہ آپ کے فتاویٰ میں حوالہ جاتی کتب کی ایسی کثرت پائی جاتی ہے جو دوسرے مفتیانِ کرام کے یہاں بہت کم پائی جاتی ہے، آپ کی درستیِ رائے کا حال یہ تھا کہ کسی بھی فتوے پر نظر ثانی کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ جو بھی تحریر فرمادیتے وہ حرف آخر کی حیثیت رکھتی، یہ اللہ تعالیٰ کا فضل خاص نہیں تو اور کیا ہے۔

عزیزانِ ملّت! عمومی طور پر یہ بات مشہور ہے جو ایک فن میں مہارت رکھتا ہے وہ دوسرے فن سے نا آشنا ہوتا ہے؛ لیکن تاج الشریعہ کی ذاتِ بابرکات گوناگوں خصوصیات سے مالا مال تھی۔ آپ کے علمی کارناموں میں سے ایک کارنامہ 'المعتقد المنتقد' از علامہ فضل رسول بدایونی علیہ الرحمہ کا اُردو ترجمہ ہے۔ یہ کتاب چونکہ عقائد و کلام کے مباحث پر مشتمل ہے اس لیے تاج الشریعہ نے یہ ضرورت محسوس کی کہ اِس کتاب کی افادیت کو اُردو زبان میں بھی عام کیا جائے۔ اور چونکہ یہ کتاب بعض مدارس اہلسنّت کے نصاب میں بھی شامل ہے تو اس سے درس وتدریس میں آسانی پیدا ہوسکے، ان ہی باتوں کے پیش نظر آپ نے اس عظیم کام کا بوجھ اپنے سر پر لیا اور اپنی عدیم الفرصتی کے باوجود صرف چھ ماہ کی قلیل مدت میں ترجمہ مکمل فرمادیا۔ رفیقانِ گرامی! آپ پر یہ واضح ہونا چاہیے کہ بعض کتابوں کا ترجمہ آسان ہوتا ہے جسے عربی اُصول وقواعد سے واقف حضرات آسانی سے حل کرلیتے ہیں۔ لیکن بعض کتابیں ایسی فنی اور مشکل ہوتیں ہیں کہ جن کا ترجمہ اور تشریح آسان نہیں ہوتی، اُن ہی کتابوں میں سے 'المعتقد المنتقد' بھی ہے۔ جس کی ترجمہ نگاری کافی مشکل تھی مگر تاج الشریعہ نے اُسے پایۂ تکمیل تک پہنچا دیا، جو چھپ کر عند العلماء مقبولیت کا درجہ حاصل کرچکی ہے۔ بہر حال دوستو! اگر بنظر عمیق دیکھا جائے تو تاج الشریعہ کی دینی خدمات کا احاطہ کرنا، دائرۂ عقل وخرد سے باہر نظر آتا ہے۔ مولیٰ عزّ وجل! اُن کی تعلیمات پر عمل کرنے کی ہم سب کو توفیق عطا فرمائے اور مسلک اعلیٰ حضرت پر قائم ودائم رکھے۔ آمین وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغ ☆☆☆

فروغِ دین وسنیت میں سرگرم ’’نوری مشن‘‘ مالیگاؤں

درج ذیل شعبوں میں نوری مشن کا کارواں استقامت کے ساتھ سرگرمِ عمل ہے:

(۱) تصنیف واشاعت (۲) فلاحی خدمات (۳) دعوت وتبلیغ (۴) طبی خدمات (۵) ترسیلِ کتب علمیہ

(۶) پرنٹ/سوشل میڈیا کے لیے مستند مواد کی فراہمی

منزل بہ منزل

(۱) قلبِ شہر میں عالی شان ’’اعلیٰ حضرت ریسرچ سینٹر‘‘ تعمیر ہو چکا ہے، جہاں لائبریری، درس گاہ، دارالاشاعت نیز دینی، علمی، تحقیقی وفلاحی شعبے مستقل کام کریں گے۔ اسے علامہ قمرالزماں خان اعظمی اور علامہ محمد ارشد مصباحی (سربراہ: اعلیٰ حضرت فاؤنڈیشن انٹرنیشنل یوکے) کی سرپرستی حاصل ہے۔

(۲) طبی معاونت کا سلسلہ مستحقین میں مدتوں سے جاری ہے۔ ۳ طبی مراکز امدادی طرز پر خدمت انجام دے رہے ہیں۔ ۱: تاج الشریعہ کلینک، نزد گولڈن نگر پاور ہاؤس۔ ۲: تاج الشریعہ کلینک، نورنگر دیانہ۔ ۳: تاج الشریعہ کلینک، گلشن ابراہیم مین روڈ۔ اہم مواقع پر فری میڈیکل کیمپ کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ اب تک ہزاروں افراد فیض یاب ہوئے۔

(۳) عیدمیلادالنبی ﷺ پر مستحقین میں غذائی اشیا پر مشتمل ’’راشن کٹ‘‘ کی تقسیم ہر سال کی جاتی ہے۔ دیگر مواقع پر بھی ’’راشن کٹ‘‘ تقسیم کی جاتی ہے۔ عیدالاضحیٰ پر اہلِ سنّت کے لیے اجتماعی قربانی کی جاتی ہے؛ گوشت غریبوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

(۴) عرسِ اعلیٰ حضرت پر رعایتی شرح پر ضخیم کتابوں کی اسکیم ہر سال رکھی جاتی ہے، بکثرت کتابیں عام ہوتی ہیں۔ تفسیر نعیمی، فتاویٰ رضویہ اور بہارِ شریعت کو خصوصیت سے مہیا کیا جاتا ہے۔

(۵) لائبریری، مدارس وجامعات اور علما ومشائخ کی خدمت میں مطبوعات کے پیکٹ ہر سال بھیجے جاتے ہیں۔

(۶) ۱۴۵ عناوین پر کتابیں شائع کر کے بلا قیمت تقسیم کی گئیں۔ لاکھوں کتابیں تقسیم ہوئیں اور مفید نتائج ظاہر ہوئے۔

(۷) رضا اکیڈمی ممبئی کا سال نامہ ’’یادگار رضا‘‘ غلام مصطفیٰ رضوی مرتب کرتے ہیں اور پابندی سے شائع ہو کر علمی دنیا میں عام ہوتا ہے۔

(۸) مستحق افراد سے مقدور بھر مالی تعاون کا سلسلہ پورے سال جاری رہتا ہے۔

(۹) مشہور ترجمۂ قرآن کنزالایمان (از اعلیٰ حضرت) کے ۴ ایڈیشن شائع کیے گئے۔ منفرد ایڈیشن ’’الفی قرآن مع کنزالایمان‘‘ کی اشاعت بھی کی گئی۔ اہم مواقع پر ’’کنزالایمان‘‘ رعایتی ہدیے میں عام کیا جاتا ہے۔

(۱۰) ’اردو کتاب میلہ‘ میں متعدد بار ’نوری مشن اسٹال‘ سے نصف قیمت میں سیکڑوں عناوین پر دینی کتابیں عام کی گئیں۔

(۱۱) ہندی زبان میں بھی دینی کتابوں کی اشاعت ناسک برانچ کے اشتراک سے ہو رہی ہے۔

نوری مشن کے جملہ امور کی فائل تیار کی جاتی ہے۔ ریکارڈ محفوظ کیے جاتے ہیں۔ فروغ دین وسنیت کے لیے علمی و مالی تعاون کی گزارش۔

پلاٹ نمبر 38، سروے نمبر 25، اعلیٰ حضرت روڈ، نورباغ، مالیگاؤں

- غلام مصطفیٰ رضوی 9325028586
- فرید رضوی 9273574090
- معین پٹھان رضوی 7588815888